بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاسبانی

دسترخوان

دسمبر

2018

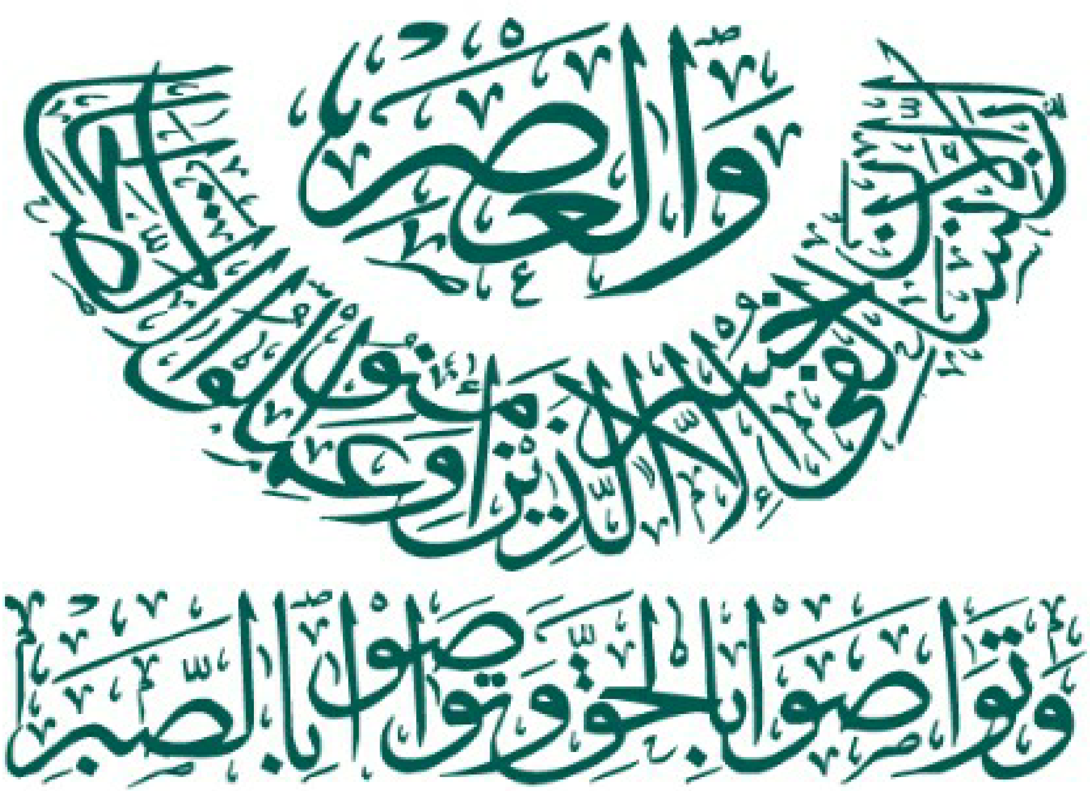
ہم اس چمن کے مالی یہ گلستاں ہمارا
ہم پاسباں ہیں اس کے یہ پاسباں ہمارا
(عبید اللہ طاہر اعظمی)

پاسبانی. دسترخوان

جمع و ترتیب

مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی ممبر آف پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسبانی دستر خوان
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	ستر (70)
اشاعت	:	/ دسمبر / 2018ء عیسوی
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	7387127358 (+91)



فہرست مضامین

فی جنۃ عالیۃ

حمد باری تعالیٰ

بقلم:- مولانا فضیل احمد ناصری

حدِ ادراکِ انسانی سے یارب ماورا تو ہے
ازل تو اور ابد تو، ابتدا تو، انتہا تو ہے
تو معبودِ خلائق، تو ہی مسجودِ دو عالم ہے
مسلماں ہو کہ کافر ہو، سبھوں کا مدعا تو ہے
تجھ ہی کو زیب دیتی ہے یہ دستارِ شہنشاہی
زمانہ معترف ہے مالکِ ارض و سما تو ہے
گرہ کھلتی ہے دنیا کی، تری مشکل کشائی سے
امید و آرزو تو، محورِ شاہ و گدا تو ہے
زمین و آسماں ادنیٰ کرشمہ ہے ترے "کن" کا
خداوندا! جہانوں کے لیے وجہِ بقا تو ہے
وہ سینائی تجلی ہو کہ فارانی شعاعیں ہوں
یہ سب جس مبتدا کی ہیں خبر، وہ مبتدا تو ہے
ترا جلوہ فضاؤں میں، خلاؤں میں، ہواؤں میں
چمک مہتاب کی، خورشیدِ تاباں کی ضیا تو ہے
بساطِ دہر کی ہر چیز ہے تسبیح خواں تیری
مؤذن کی صدا تو ہے، مجاہد کی نوا تو ہے
خزاں کا روپ ہو، یا موسمِ بادِ بہاری ہو
خدائے مہرباں! ہر رنگ میں جلوہ نما تو ہے
مصائب میں زمانہ بس تجھی کو یاد کرتا ہے
غریبوں، بے کسوں کا یا الٰہی آسرا تو ہے

نعتیہ کلام

بقلم:- غفران شکیل بستوی

آو نہ چل کے شہر مدینہ کو دیکھ لیں
دامن میں اپنے رحمت باری سمیٹ لیں

شرمائے ہم کو دیکھ کے تاروں کی انجمن
رخ پر اگر مدینے کی مٹی کو لیپ لیں

گر چاہتے ہو در پہ سلاطین کے سر جھکیں
سرکار کے طریقے پہ چلنے کو سیکھ لیں

جن کی نظر میں ہر گھڑی رہتا ہو بس خدا
ہر معرکے کو ایسے تو چٹکی میں جیت لیں

کتنا بلند ایسے گداوں کا ہے نصیب
جاکر مدینہ آپ کے در کی جو بھیک لیں

رحمت کی ہر گھڑی جہاں برسے ہے بدریا
آو نا یار ہم بھی وہیں چل کے بھیگ لیں

جس سے خدا ہو راضی نہ اس کا رسول ہی
غفران ایسے کاموں سے دامن کو کھینچ لیں

حرف چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
دوستو! آپ حضرات کی دعاؤں سے ماہ دسمبر 2018 کا پاسبانی دسترخوان تیار ہوکر آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہے

مصروفیات و دیگر جھمیلوں کی وجہ سے تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں

بندے نے کوشش کی ہیکہ پاسبانی ممبران کے پاسبان میں سرسیل کردہ تمام مضامین میں اسمیں شامل کئے جائے

گر کسی صاحب کا مضمون چھوٹ گیا تو معذرت خواہ ہوں آئندہ گر مناسب سمجھیں تو آپ اپنا مضمون اس ناکارے کے پرسنل پر بھی ارسال فرمادیا کریں تاکہ بآسانی دستیاب ہو شامل کرنے میں سہولت ہو

عاجز نے گزشتہ ماہ کے رسالہ کے مقابلہ میں اسمیں کافی حدتک ترتیب و تزئین کی کوشش کی ہے
آپ سے درخواست ہیکہ آئندہ کے لئے قیمتی آراء و مشوروں سے نوازیں
یہ رسالہ صرف برقی ہی شائع کیا جاتا ہے

اس رسالہ میں تمام مضامین پاسبان علم و ادب کے ممبران کے ہی شامل کئے جاتے ہیں

مقصد یہ ہیکہ قیمتی مضامین محفوظ ہو ، قارئین کے لئے سہولت ہو ، شوشل میڈیا پر شیئر کرنے میں سہولت ہو ، امت کا فائدہ ہو
مضمون نگار احباب سے و قارئین سے التماس ہیکہ غلطیوں کی نشان دہی ضرور فرمائیں
اور آئندہ کے لئے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں

فقط والسلام۔۔۔۔۔

العبد مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی



پاسبان علم و ادب کا پہلا زمینی پروگرام

بقلم :- مولانا خالد اعظمی قاسمی صاحب

یہ اطلاع دیتے ہوئے انتہائی مسرت محسوس ہورہی ہے کہ آج پاسبان علم و ادب کا پہلا زمینی پروگرام بیحد پر کشش اور دلکش تھا.توقع سے زیادہ کامیاب تھا.

ڈاکٹر ارشد صاحب کی ٹیم ورک نے نہایت جانفشانی کیساتھ پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا.

ڈاکٹر ارشد صاحب نے انتہائی محتاط انداز میں نظامت کے فرائض انجام دیتے تلاوت قرآن کریم اور نعت پاک کے بعد بندہ کو پاسبان کے تعارف کیلئے آواز دی بندہ نے مقررہ دس منٹ میں پاسبان کا تعارف کرایا

اس کے بعد پاسبان کی موقر شخصیات مفتی عاصم کمال صاحب ،مفتی شاکر صاحب، مولانا محبوب عالم صاحب، مولانا ضیاء الحق خیرا بادی صاحب شیخ ریاض احمد صاحب مفتی عبد اللہ شمیم صاحب اور مولانا شجاع کو بالترتیب دعوت سخن دی ان حضرات نے مقرر وقت میں متعینہ موضوع پر اپنے قیمتی بیانات سے سامعین کو مستفید فرمایا اور آخر میں پاسبان کے روح رواں مولانا شفیق احمد قاسمی صاحب کو بندہ نے دعوت سخن دی موصوف نے تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی پرسوز دعاؤں پر پروگرام کا اختتام کیا

مولانا شفیق صاحب سے پہلے ماموں جان کو نعت کیلئے دعوت دی گئی انھوں نے اپنی منفرد اور پر کشش آوز میں محفل کو گرمادیا آور پوری محفل کو لوٹ لیتھ

پروگرام کا آغاز ڈاکٹر نثار احمد صاحب ممبر پاسبان کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا.
ان کے بعد حافظ حبیب سلمہ بسہی اقبال پور نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا.....

سامعین حضرات نے آج کے پروگرام کو بہت سراہا اللہ کی ذات سے امید ہے اس پروگرام کے دور تک اثرات مرتب ہوں گے اور پاسبان کے پلیٹ فارم سے زمینی سطح رفاہی خدمات انجام پائیں گی انشاءاللہ..

آج کے پروگرام کی کامیابی کیلئے میں ایڈمن اعلی و ڈاکٹر ارشد صاحب سمیت تمام پاسبانی شرکاء پروگرام کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں.



بصارت کی نذر اور بصیرت کے حوالے

بقلم :- مولانا پھول حسن صاحب

آج 28 نومبر بروز بدھ ہے
بعد نماز مغرب
پاسبان علم وادب کے زیرِ اہتمام
رسمِ اجراء کی تقریب ہے
جس میں پاسباں کے اکابرین
علماء ربانین کی مقدس ہستیاں جلوہ افروز ہونگی
جن کے اخلاص اور پیہم جدوجہد کے نتیجے میں رحمت الٰہی مائل بہ کرم ہوئی اور گم گشتہ راہوں کی اصلاح وہدایت کے لئے آفتابِ ہدایت ﷺ کی تعلیمِ کتاب وحکمت وتزکیہ قلوب کی تعلیمات کی کرنوں کا انتظام کیا اور متلاشیان علم وادب کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان فراہم کیا۔
آج کی شام کتنی خوبصورت شام ہوگی!
کبھی تلاوت کلام اللہ کی صدا فضاء میں گونجے گی تو کبھی باری تعالٰی کی وحدانیت کا ببانگ دہل اعلان واقرار ہوگا
وہیں فخر کون ومکاں نبی آخر الزماں شفیع المذنبین ﷺ کی ثناء خوانی کانوں میں رس گھولے گی، ایمان تازہ اور روح سرشار ہوگی، کلیاں چٹکیں گی پھول مسکرائیں گے، فضاء معطر ہوگی اور ستارے مسکرائیں گے۔
پھر ترانہ پاسبان علم وادب بزبان خود اپنی شوکت وہیبت قدرومنزلت، قیادت وسیادت کو بیان کرے گا۔
بعدہ ڈاکٹر ارشد صاحب کی گلے کو کھنکارتے ہوئے ذہن میں موزوں الفاظ کو

یکجاں کریں گے پھر ایسی شخصیت کو مائک پر مدعو فرمائیں گے جو منصب کے اعتبار سے ترجمان دراصل حلقہ کے روح اور جان ہیں جنکی توجہات کی بدولت پاسباں کی آج یہ شوکت اور شان ہے
مائک پر تشریف لاکر اپنی بارعب آواز، پر کشش لہجوں اور دلنشین انداز میں پاسباں کا تعارف، غرض وغایت اور اسکی اہمیت وافادیت بیان فرمائیں گے ۔
آخر میں ایسی شخصیت مائک پر ہوگی جس کی طبیعت سادہ طینت پاک، ذوق اعلیٰ، متواضع، منکسر المزاج، ایسی پر کشش مقناطیسی شخصیت جس کو ملک بھر کے اہل اللہ کی رفاقت ومعیت حاصل ہے
جو بانئ حلقہ ہیں، حلقہ کی رفعت وبلندی میں یقیناً آپکا اخلاص کار فرما ہے
آپکی زبانی تاثرات، کچھ اصلاحات و عزائم، اور نصائح
حاضرین سماعت فرمائیں گے اور آپکی ہی کی مستجاب دعاؤں پر تقریب اختتام پذیر ہوگی ۔
وہ تمام احباب قابل مبارکباد ہیں جو آج کی تقریب میں شریک ہوں گے اور ہم سب کے لئے فخر وسعادت کی بات ہے اور مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حلقہ کو ہمارے اور ناظرین وسامعین کے دلوں میں محبوب وپر کشش بنادیا ہے اور ایسی بلندی عطا فرمائی ہے جو ہماری سوچوں سے بھی اوپر ہے
یقیناً اب یہ ایک حلقہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے ۔
یقیناً ہماری ذمہ داریاں اب اور بڑھ گئی ہیں اگر ہم اس نعمت کی قدردانی نہ کی توہم سے بڑا ناشکرا کوئی نہیں
اور جس امانت کا بار ہم نے سنبھالا ہے اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو ہم سے بڑا خائن کوئی نہیں ۔
اللہ ہمیں اور ہمارے حلقہ کو تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے ۔

،،اصولِ وحدت ومساوات،،

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی،اعظمی۔
مؤسس ، پاسبان علم وادب۔۔۔۔۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عہد فساد اور دور فتن میں انسانی مساوات اور وحدت کا جو پیغام نشر کیا تھا، اس کا اصول و دستور انسانی فکر وخیال کو نہیں بنایا؛ بلکہ خالقِ کائنات کے عطا کردہ دستور وضابطہ قرآن مجید کو بنایا؛ اس لیے کہ وہی ایک ایسا اصول وضابطہ ہے جو انسانی فطرت کی مکمل رعایت کرتا ہے، اگر انسانوں کے وضع کردہ قوانین کو اصول مان لیا جائے تو اختلاف فکر کا پایاجانا لازم ہے؛ کیوں کہ ہر آدمی کی اپنی سوچ اور فکر ہوتی ہے، نظریات وخیالات میں فرق ہوتا ہے اور اسی سبب سے اختلاف پیدا ہوتا ہے، دنیا میں جو بھی فساد عقیدہ اور فساد اخلاق تھا، انسان کے کسی خودساختہ اصولوں کے باعث تھا۔

شفیق قاسمی،اعظمی
پاسبان علم وادب

ایک پیغام تیسری عید والوں کے نام

بقلم :- مولانا بو اشعر فہیم

جو لوگ تیسری عید نہیں مناتے آپ انہیں دوہری گالیاں نہ دیں_
وہ تو بس #غلو سے پرہیز کرتے ہیں اور #اصل اتباع کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں.
نبی سے #حقیقی محبت کی اصل بنیاد یہی ہے کہ اس چیز کے منانے اور کرنے کا اس کی طرف سے حکم اور "امر" ہو.
#من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردُ
دین میں اصل چیز #امر ہے.
#"حرج" کیا ہے؟
حرج یہی ہے کہ "امرنا" میں #بڑھانا ہے. اور یہی #بڑھانا در اصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ کی شان اور حیثیت کو #کم کرنا ہے.
چاہے شعوری طور پر ہو چاہے غیر شعوری طور پر.
سنت کی اتباع آدمی کو صحیح شعور اور فہم عطا کرتی ہے اور سنت سے بے نیازی اور ذاتی میلانات ، عوامی رجحانات آدمی کو بے شعور بھی بناتے ہیں اور بے توفیق بھی.

#ابو اشعر فہیم

لمحہ فکریہ

بقلم :- مولانا شفیع اللہ قاسمی اعظمی

امارات کا نیشنل ڈے قریب ہے مختلف اداروں سے منسلک افراد تجزیہ کر رہے ہیں ایک تجزیہ نگار کی بات دل چھو گئی ۔خصوصا اپنے ملکی حالات کے پس منظر میں ہمارے ان لوگ کے لئے بڑی عبرت ہے جو حکومتی کام کاج سے جڑے ہیں وہ یہ کہ امارات دبئ کو لگ بھگ ستر سال ہوئے لیکن آج امارات کئی ملکوں کے لئے جدید ٹیکنالوجی اور انتظامی امور میں مقتدا بنا ہوا جب کہ یہ صحرا تھا یہاں میٹھا پانی بھی زیادہ نہیں تھا ۔یہاں آبادی بھی کم تھی یہاں کا موسم بھی گرم وخشک تھا جب کہ دوسرے ملکوں میں کئی موسم ہوتے ہیں ۔ہمارے ملکوں کے مقابلہ میں ان کے پاس سورسز بھی کم تھے ۔لیکن یہاں کے لوگوں کے پاس ہر طرح کے عیش و آرام ہیں ۔باہری لوگوں کے لئے مختلف مواقع فراہم ہیں جو انہیں اپنے ملک میں حاصل نہیں ہیں ۔یہاں بجلی نہیں پیدا ہوتی ہے پھر بھی بجلی اور پانی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے الغرض ہر ایک چاہے اماراتی ہو یا باہری ہو عمدہ کھانا کھاتا ہے ۔مناسب پانی پیتا ہے ۔ ملاوٹ کا کوئی چانس نہیں ہے ۔گرمیوں میں اے سی ہے ۔کم سے کم تنخواہ میں گاڑی رکھنا ممکن ہے ۔یہاں چوری نہیں ہے ۔کرپشن نہیں ہے تعلیمی پیراگراف بھی دوسرے ملکوں کے مقابلے میں کافی بڑھا ہوا ہے ۔یہاں اپنے حقوق پانے کے لئے احتجاج نہیں کرنا پڑتا ہے طالب علموں کے مختلف طرح کے فنڈز جاری ہوتے ہیں یہاں کورٹ میں دائر کیسوں کے ساتھ ساتھ حکومت کی طرف سے قیدیوں کی اصلاح کے لیے کونسلنگ ہوتی رہتی ہے ۔اور خاص خاص موقعوں پر قیدیوں کی رہائی بھی ہوتی رہتی ہے تاکہ وہ اپنے ماضی کو بھول کر اپنی زندگی صاف و شفاف اور نئے طریقے سے شروع کر سکیں ۔

ابھی حال میں ہی جاپان کی مدد سے نوجوان سائنس دانوں کے ہاتھوں امارات میں بنا ہوئی سیٹ لائٹ لانچ کئے گئے جو کہ مکمل گھریلو پروجیکٹ تھا۔یہاں کا پاسپورٹ دنیا کا چوتھا نمبر حاصل کرچکا ہے ۔الغرض انسانیت نوازی کا جو معیار اور انتظامی امور میں جو عروج حاصل ہے کیا ہمارے اردگرد دوسرے ملکوں کو حاصل ہے ۔ ہرگز نہیں ۔یہ سب کیوں ممکن ہوا اس لئے کہ شیخ زاید اور ان کے اہل خانہ کی نیت اچھی تھی حوصلہ بڑا تھا پبلک کے لئے فکر مند تھے ۔عمدہ تجویزوں کو پاس کیا اور اس پر عمل بھی کروایا۔صرف باتونی نہیں تھے قول و عمل میں یکسانیت تھی ورنہ دوسرے ملکوں کے پاس وسائل بھی زیادہ ہیں تومسائل بھی زیادہ ہیں ۔کیوں کہ قول بلا عمل ہے ۔ملکی فکر سے زیادہ اپنی فکر ہے ۔ہر ایک کو غور کرنے کی ضرورت ہے ۔

کاش! اہل ہند بھی اس حقیقت کو دل میں بیٹھا لیتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انمول موتی

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری

جب پیٹ میں حلال رزق پہنچتا ہے

جب پاکیزہ کمائی خون بن کر رگوں میں دوڑتی ہے

جب مال طیب سے روح انسانی معطر ہوتی ہے

پھر اعضاء و جوارح سے نافع اور مثبت اعمال صادر ہوتے ہیں

پھر ایفائے "عہد الست" کی توفیق ملتی ہے

پھر انا بت الی اللہ کی جانب طبیعت کا میلان ہوتا ہے

نظام شریعت گنجینۂ حیات

بقلم :- مولانا اجوداللہ پھولپوری

یہ اس فانی دنیا کی باقی نہ رہنے والی زندگی کی مسلمہ حقیقت ہے کہ جو بھی قوم اپنے مقصد حیات کو پس پشت ڈالدیتی ہے اور اسکے تقاضوں سے صرف نظر بغیر کسی جہد و قربانی کے بہیمانہ فکروں کے ساتھ راہِ جدید کو اپنانے کیلئے تگ و دو کرتی ہے اسکا اس صفحۂ ھستی سے مٹ جانا اور اسکے افکار و خیالات اور نظریات و شناخت کا زمین زد ھوجانا یقینی ہے

ھر باشعور اور زندہ و تابندہ قوم کا طریقۂ حیات اسکے اقدار و روایات اور اصول و ضوابط کا آئینہ دار ھوتا ہے جو قوم اپنی پہچان و شناخت کو روند کر نئی شناخت کی خالق بننا چاھتی ہے وہ گھر اور گھاٹ دونوں سے کف افسوس ملتی ہے آج مسلمانوں کا اکثری طبقہ خود کی کمیونٹی سے اسلامی نظام حیات کو یکثر باھر نکال چکا ہے شاید انہوں نے اسلامی نظام حیات کو فرسودہ یا پھر لائق اعتنا ھی نہیں سمجھا ان کی ساری مسلمانیت صرف کھوکھلے نعروں کی پر فریب وادیوں تک سمٹی رھی اسلئے کہ اگر انہوں نے اسے مکمل دین اور ضابطۂ حیات سمجھا ھوتا تو اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کررکھتے اور دل و دماغ کو اسے مکمل نظام حیات سمجھنے پر مجبور کرتے مگر آج کی دنیا میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے

آج ھماری زندگیوں کی گزر بسر جس راہ عمل کو اختیار کرچکی ہے اس کو جس نام سے چاھیں منسوب کردیں پر یہ اسلامی نظام حیات نہیں ہے

آج ھمارا نظام زندگی خواہ وہ انفرادی ھو یا اجتماعی، معاشی ھو یا سیاسی چیخ چیخ کر اپنے قرآن و سنت سے ھٹے ھونے کا اعلان کررھا ہے

کوئی بھی نظام جو قرآن و سنت اور اجماع سے ھٹا ھو یقینا گمراھیوں کا مخزن ھو گا اسلئے کہ اگر کچھ حق ھے تو وہ قرآن و سنت اور اجماع ھے اور جو کچھ قرآن و سنت اور اجماع سے ھٹکر ھے وہ ضلالت و جہالت ھے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ (سورہ یونس) آج کا مسلمان مغربی تہذیب اور انکی قدروں کا اسقدر دیوانہ ھیکہ اسلامی شناخت و پہچان کو اپنے جسم و جان سے کھرچ کھرچ کر نکالتا چلا جارھا ھے آج سر سے لیکر پیر تک مسلمانوں کا ظاھر اپنی شناخت کھوچکا ھے اور یہ سب کرنے کا ذمہ دار وہ خود ھے اسکے لئے نہ تو امریکہ و اسرائیل نے دباؤ ڈالا اور نہ ھی شیطان نے زبردستی کی پر اسکا نتیجہ یہ آیا کہ آج دشمن بھی مسلمانوں کی شناخت اور ان سے منسوب تاریخوں کو بدلنے پہ تلا ھے

بھلا انکی جرأت میرے منھ کو آتے
یہ دشمن انہیں کے ابھارے ھوئے ھیں

کہتے ھیں کہ دشمن کی طرف سے آنے والا پتھر وہ زخم نہیں دیتا جو اپنوں کی طرف سے پھینکا جانے والا پھول دے جاتا ھے کفار و مشرکین کی بے اعتنائی بھی رب ذوالجلال کے غصہ کو اسقدر نہیں بھڑکاتی جتنی مسلمانوں کے بے رخی شاید ھمیں ھماری اسلامی شناخت سے دوری نے امتحان کی جگہ لا کھڑا کردیا ھے اور موجودہ حکمرانوں کی صورت میں ایک عذاب ھمارے سروں پر مسلط کردیا گیا ھے ھم نے اسلامی شناخت مٹائی اور رب نے ان عذابی حکمرانوں کے زریعہ ھماری تاریخی شناخت ھم سے دور کرنا شروع کردی آج مسلمانوں کے ناموں سے منسوب و مشہور شہروں کو تبدیل کرکے آئندہ آنے والی نسلوں کو انکی تاریخ سے دور کیا جارھا ھے اور ھماری قوم کے قائدین اپنی تھوڑی بہت سیاسی قوت رکھنے والی

جماعتوں کو دائرہ کے اندر محدود کرنے میں لگے ھیں وہ بھی ان نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے بھروسے جنکی زبانیں ھماری جائز ضرورتوں کو بھی کہنے سے عاجز ھیں اِکانا اسٹیڈیم کا نام تبدیل ھونے پر آواز بلند کرنے والوں تک شاید آج بھی الہ آباد و فیض آباد کے ناموں کی تبدیلی کی خبر نہیں پہونچی۔

اے قوم مسلم خدارا اپنی اسلامی شناخت کو مضبوطی سے پکڑلو اپنی سیاسی قوت کی فکر کرو کرایہ داری کی سوچ کو دفن کرکے حصہ داری کی فکر کو جوان کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی زندگیوں میں داخل کرو آگے چلنے والی نسلوں کو اپنے تابناک ماضی اور اس سے جڑی تاریخوں سے واقف کراؤ خود بھی نظام شریعت پر عمل پیرا ھوجاؤ اور اپنی اولادوں کو بھی اسکی تلقین کرو خدا آپ سب کا حامی وناصر ھو۔۔۔



خوف کے سائے سے باہر نکلیے

بقلم :- مولانا طہ جون پوری صاحب

آپ اس نبی کے امتی ہیں، جس نے اپنے رفیق غار سے کہا تھا: *ان اللہ معنا* کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپ ان صحابہ کے ایمانی بھائی ہیں، جنھوں نے دین متین کے لیے جان کے نذرانے پیش کردیے۔ آپ ان صحابہ کی روحانی اولاد ہیں، جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے

دشت تو دشت ، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑادیے گھوڑے ہم نے۔

آپ اس طارق کی روحانی اولاد ہیں ، جس نے جلادی کشتیاں ایمان کی خاطر۔ آپ اس ایوبی کے روحانی فرزند ہیں، جس نے صلیبی جنگجوؤں کے چھکے چھڑادیے۔ آپ امام احمد بن حنبل کی اولادہیں، جنھوں نے ظلم کے سامنے سینہ سپر ہونا سکھایا۔ آپ کے لیے تو اللہ کا اعلان ہے" *وکان حقا علینا نصر المؤمنین* "۔ آپ کے لیے تو اس مالک کا پیغام ہے ،جس نے فرعون کو ڈبودیا، قارون کو دھنسادیا، نمرود کو مچھر سے تباہ کردیا، کہ" *وأنتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"* کہ سر بلند تمہیں رہو گے، اگر تم کامل مؤمن ہو۔ آؤ رب سے رشتہ جوڑیں، گناہوں کی معافی مانگیں، استغفار کی کثرت اور رجوع الی اللہ کریں۔ اللہ سے روئیں اور گڑگڑائیں اور اس کے کرم کی بھیک مانگیں۔

فضائے بدر پیدا کر ، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے، قطار اندر قطار اب بھی۔

اللہ اس امت کا حامی و ناصر ہو۔۔۔ آمین

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا

بقلم :- مولانا صابر القاسمی، صاحب

۲۵/نومبر آیا اور چلا گیا، اس میں جو ہوا سو ہوا، دنیا نے اسے دیکھا بھی اور جانا بھی، کسی سے کچھ ڈھکا چھپا نہیں ہے، یقینی طور پر شیو سینا کی ریلی ناکام رہی، امن و امان کی صورتحال بر قرار رہی، امن و امان کی صورتحال کا بر قرار رہنا ہی شر پسند عناصر کی سب سے بڑی ناکامی ہے، وہ جذبات کو بھڑکا کر ہندو مسلم کو آپس میں لڑانے پر تلے ہوئے ہیں،

مسلمانوں کے ساتھ ساتھ برادران وطن بھی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ بھی مشتعل نہیں ہوئے اور مہنگائی و بےروزگاری جیسے بنیادی مسائل کو ہی اہمیت دیتے ہیں، فرقہ پرستوں کی اس ناکامی کو بہت زیادہ مشتہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ اس کے منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کے طرف رجوع ہوں، خاموشی، صبر اور حکمت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاءیں، حالات کا پامردی سے مقابلہ کریں، زندہ قومیں حالات سے گھبراتی نہیں ہیں بلکہ حالات سے سبق حاصل کر کے کمیوں کا ازالہ کرتی ہیں، ہمیں عملی طور پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم زندہ قوم ہیں۔

صابر القاسمی، جامعہ فیض عام، دیو گاؤں، اعظم گڑھ

ایک مرسلہ۔ پاسبانی الفتوں کا نمونہ

بقلم :- مولانا عبد القادر فیضان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

کبھی کبھی ہی ایسا وقت میسر ہوتا ہے جب پاسبان کے تمام ہی ممبروں کا"سلام "کے ذریعہ استقبال کیا جاتا ہے،

آج میرے لئے ایک ایک خوشی کا دن تھا،پاسبان کے ایک قدیم ممبر "انجینیر جناب ابوحارث صاحب مدظلہ جمشید پوری "نے نماز ظہر سے متصل ہی ناچیز سے ملاقات کے ساتھ ساتھ غریب خانے کو عزت بخشی،یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی،آپ ابوظبی میں انجینیئرنگ کے ایک اچھے پوسٹ پر فائز ہیں،یہ ملاقات ماشاء اللہ کافی دیر تقریبا سوا گھنٹہ رہی،انکا بہت بہت شکریہ،ماشاء اللہ بہت بااخلاق نیک سیرت آدمی ہیں،دوران گفتگو پاسبان پر بھی کافی دیر تک بات چلی اور آگے پاسبان کسطرح سنورے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدہ کیسے پہونچے گفتگو کا اہم موضوع رہا،اللہ تعالی آپکی حلال کمائی میں خوب افزونی اور ترقی عطا فرمائے ۔

عبدالقادر فیضان بن اسماعیل باقوی ۔!!۔

ایک مرسلہ۔ پاسبانی الفتوں کا نمونہ

بقلم :- انجینئر جناب ابوحارث صاحب مدظلہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یوں تو علماء کی زیارت میں مجھ ناچیز کے لئے کسی نا کسی درجے میں استفادے کی صورت نکل ہی جاتی ہے. البتہ محترم مولانا سے ملاقات اس لئے بھی مفید رہا کے موصوف کے شہر بھٹکل بہت پہلے سے آنا جانا رہا ہے اہل بھٹکل کے مزاج مزاق، طور طریقے سے آشنائی رہی ہے. یہ حضرات کے آبا وجدات حضراموت سے ہیں ہندوستان میں جین سے شادیاں ہوئی تھی اور پھر یہ نسل چلی ہے اس طرح سے یہ حضرات عرب ہیں. موصوف کی شافعی فقہ پر تصانیف دیکھ کر جی بہت خوش ہوا. دعا ہے کہ اللہ موصوف سے اس سمت میں اور بھی کام لے دنیا و آخرت کی خیرو بھلائی عافیت کے ساتھ عطاء فرمائے اور بقیہ تمام احباب کے اوپر بھی اپنا فضل وکرم عطا فرمائے. آمین

انجینئر ابو حارث ۔ ابوظبی

سماج ایک بڑی حقیقت ہے

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ذاکر ندوی اعظمی صاحب

سماج میں مادی حیثیت ، آپ کی سب سے بڑی حقیقت ہے
آپ کتنے بھی بڑے ہو جائیں ،کیسی بھی کامیابی حاصل کر لیں
چاہے جتنے اوصاف کے مالک ہو جائیں
آپ کو سماج اتنا ہی دیتا ہے ، جتنی آپ کی مادی حیثیت ہے۔
سماج ایک بڑی حقیقت ہے
بہت ساری چیزوں میں مادی حیثیت کے ساتھ
آپ کی پشتینی حقیقت بھی دیکھی جاتی ہے۔
سماج آپ کو تمام حیثیتوں سے الگ کر کے
ایک مستقل اور آزاد وجود کے طور پر
کبھی نہیں دیکھتا۔
وہ آپ کو کئی سماجی حقیقتوں کا
معجون مرکب سمجھتا اور مانتا ہے

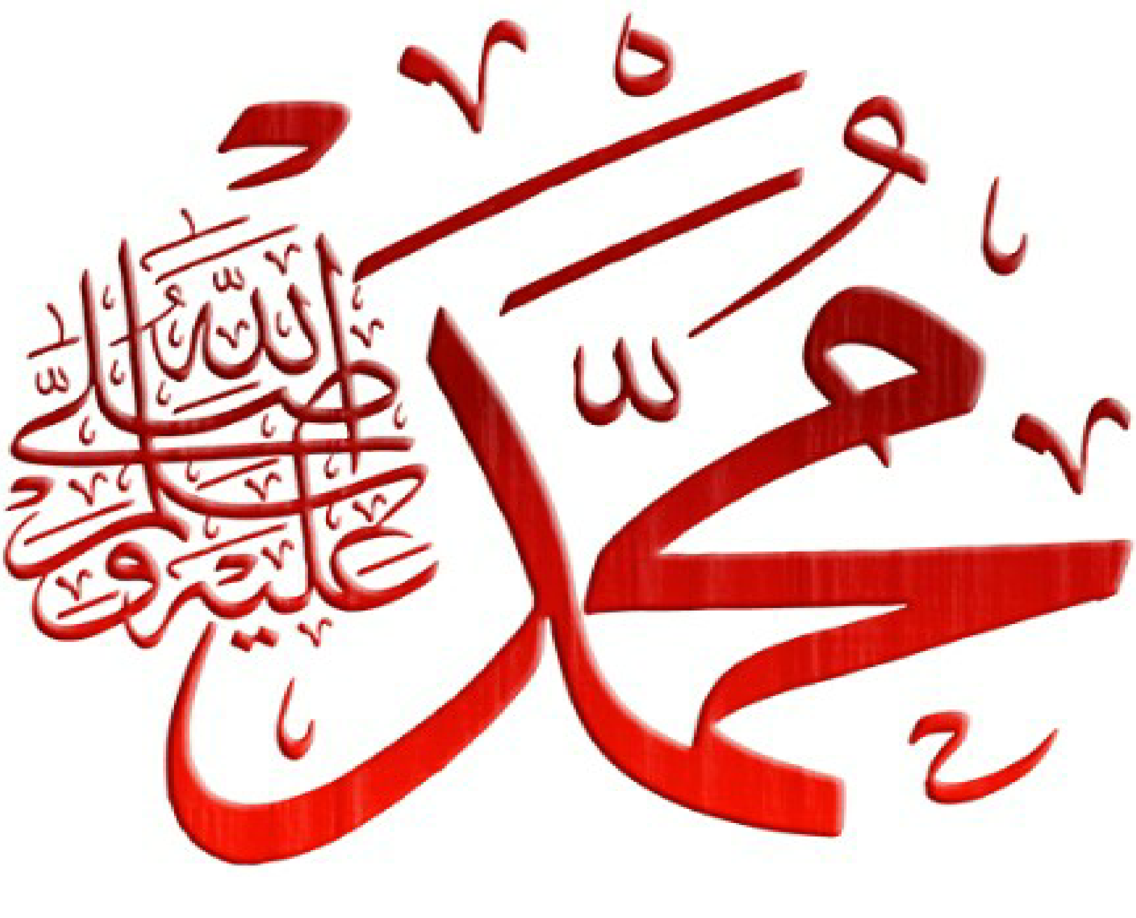
بھولو میاں کا احساس درد ایک کڑوی سچائی ہے ہمارے سماج کی۔ غریب کے مرنے پر دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا امیر شہر ومسند نشینوں کی وفات پر ناقابل تلافی خسارہ کا ہرسو ورد ہوتا ہے، دعائے مغفرت کی بھرمار بھی اصحاب ثروت ونسبت کی موت پر خوب دیکھنے کو ملتی ہے۔

آج کی تاریخ میں راشٹر واد ایک اہم اور قابل توجہ مسئلہ ہے

بقلم :- مولانا عبدالحمید نعمانی

اگر آپ کے پاس صحیح نظریہ اور اس کے مطابق عمل کے لیے سیدھی راہ اور رہنمائی ہے تو احساس کمتری میں مبتلا ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے ، ہندوتو اور اس کی بنیاد پر جس سماج کی تشکیل ہوئی ہے اس میں تاریخ، یقین، دعوی اور دلیل اور رہنما شخصیت وغیرہ کہاں ہیں،؟ اگر درمیان سے دیگر اور اس کی دشمنی کو نکال دیا جائے تو جد و جہد اور زندگی کا واضح نصب العین، جو عظمت انسانی کے ساتھ عظمت الہ کا لحاظ کرے، ہے کیا ،؟ اس کے بغیر، وشو گرو کیا، ملک، ریاست بلکہ گلی محلے کا گرو بننا بھی مشکل ہے، راشٹر واد ایک مدعا اور مسئلہ ہے، یہ کسی ایک کی جائیداد نہیں ہے، اسے نہ کوئی لے سکتا ہے نہ کسی کو دے سکتا ہے، لیکن ہندوتو وادی اسی کو لے کر اپنے آپ کو سامنے لاتے ہیں، وطن کے حوالے سے، آج کی تاریخ میں راشٹر واد ایک اہم اور قابل توجہ مسئلہ ہے تاہم یہ سوال بھی قابل توجہ ہے کہ راشٹر واد کا ہندوتو سے کیا تعلق ہے،؟ راشٹر واد اور وطن سے محبت و تعلق پر کسی ایک کمیونٹی کی اجارہ داری نہیں ہے جیسا کہ ہندوتو وادی جتلانے کی کوشش کرتے ہیں، اس پر مولانا آزاد رح ، مولانا مدنی رح ،اقبال رح ، مولانا مودودی رح وغیرھم نے اظہار خیال کیا ہے، جیسا کہ ساورکر اور گولولکر وغیرہ نے بھی کیا ہے ، پھر فرق کیا ہے،؟ اس پر راقم سطور نے "ہندوتو اور راشٹر واد " میں بحث کی ہے، یہ کتاب انسٹیٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نے شائع کی ہے، قاضی پبلیشر B, 35حضرت نظام الدین ویسٹ نئی دہلی 13 سے مل سکتی ہے،

مسئلے کا حل، گریز نہیں بلکہ سامنا کرنے میں ہے، ہندستانی فکر و روایت کو بھی جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم علی وجہ البصیرت مسائل کے متعلق رویہ اپنا سکیں، یہ خوش آئند بات ہے کہ بہت سے لوگوں میں اس کا احساس ہے، گزشتہ دنوں حیدر آباد میں دو دن راقم سطور نے 4/5 نشستوں میں میں مزکورہ کئی اہم عنوانات پر اظہار خیال کیا تھا، اب چند دنوں پہلے گجرات کے جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل سورت میں 21/20/19 دسمبر کو اظہار خیال کیا تھا، اور جس طرح دلچسپی سے طلبہ، اساتذہ اور دیگر اہل علم ایک ایک نشست میں دو، ڈھائی گھنٹے تک شریک رہے، بغیر کسی اکتاہٹ کے، اس سے صاف ہے کہ لوگ حالات کا علم و احساس رکھتے ہیں، پروگرام کے بعد بھی رات دن بہت سے مسائل اور سوالات پر تبادلہ خیال کرتے رہے، یہ امید پیدا کرنے والا اور آگے بڑھنے کی خواہش کا غماز اور اشاریہ ہے، 2018/12/23 عبدالحمید نعمانی



موسمِ سرما اور ہائی بلڈ

بقلم :- ڈاکٹرارشد قاسمی صاحب

فطری طرزِ زندگی سے بغاوت کے نتیجہ میں وجود میں آئی بلڈ پریشر کی بیماری اس وقت سنگین صورتحال اختیار کرچکی ہے اب اس کا دایرہ معمر بزرگوں سے ہوتا ہوا جوانوں اور پھر نوجوانوں تک پہونچ چکا ہے شہری آرام پسندی ، ترقی یافتہ ممالک کی شناخت رہی اس بیماری کی زد میں اب گاوں کا مڈل کلاس طبقہ بھی تیزی سے گرفتار ہورہا ہے ہائی بلڈپریشر کے نتیجہ میں ہارٹ اٹیک ، برین ھیمرج اور انجمادِ خون سے ہونے والی اموات کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے افسوس ہے کہ بعض بنیادی احتیاط کے ساتھ اسکے رسک کو اسی فیصد تک کم کئے جانے کے امکان کے باوجود لوگ اس سے غفلت برت کر موت کو گلے لگارہے ہیں۔
موسمِ سرما میں درجۂ حرارت کی کمی ، خون کی رگوں میں سکڑن ، جسمانی ورزش کی قلت ، مرغن غذاوں کے بکثرت استعمال سے خون گاڑھا ہوکر ہائی بلڈ پریشر پھر اسکے نتیجہ میں ہارٹ اٹیک یا فالج کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اس موسم میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے ذیل میں چند بنیادی امور کی طرف روشنی ڈالی گئ ہے جن کو اختیار کرنے پر اس رسک کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے ۔

غذا کو متوازن رکھیں سرخ گوشت کا استعمال بالکلیہ ترک کردیں ہری سبزیوں اور سلاد کا استعمال زیادہ کریں ۔

صبح کے وقت بلڈ پریشر میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے بلڈپریشر کے مریض علی الصباح سخت جسمانی ورزش سے احتیاط کریں ورنہ دل کادورہ پڑسکتا ہے ۔ہاں ہلکی و معمول کی ورزش ہلکی دھوپ نکلنے کے بعد ضرور کریں ۔

جب کہرا کی پرت گہری اور دبیز ہوتی ہے فضاء میں آکسیجن کی مقدار کم ہوجاتی ہے اس لئے باہر نکلنے اور لمبی سانس لینے سے پرھیز کریں ۔

شراب نوشی ، کافی نوشی اور سگریٹ وحقہ سے بالکلیہ بچیں ۔نیز بازار کے کھانے سے بھی بچیں ۔

بسا اوقات ہارٹ اٹیک اچانک ہوتا ہے اور پھر مہلت نہیں ملتی اسلئے احتیاطی تدابیر کے طور پر کولسٹرال و شوگر کی جانچ متواتر کرائیں ۔

کوشش کریں کہ موسمِ سرمامیں وزن نہ بڑھنے پائے اس کے لئے لہسن ، شہد ، لیموں وغیرہ کا استعمال کرسکتے ہیں

طویل نشست سے بچیں وقفہ وقفہ سے چہل قدمی کرلیا کریں کوشش کریں کہ نماز کے لئے پیدل جایاکریں ۔فرائض کے ساتھ سنن ونوافل کابھی اہتمام کریں ۔

حدسے زیادہ قلبی تاثر نہ لیں ٹینشن اور فکرکودور بھگائیں مسایل کوتقدیر پر چھوڑ دیا کریں ۔رات کوسونے سے پہلے مراقبہ ضرور کریں۔

محسنِ انسانیت طبیبِ اعظم ہمارے پیارے نبی نے مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص کوہارٹ اٹیک کے وقت سات عجوہ کھجور مع گٹھلیوں کے کھلایا وہ شفایاب ہوئے بیس سالوں تک جہاد میں حصہ لیتے رہے گھوڑے پر ڈھائی لاکھ میل کا سفر کیا اس لئے عجوہ کھجور کو بھی معمول بنالیں۔

کلو نجی کو بھی معمول بنالیں

مندرجہ ذیل صورتحال پیش آنے کے بعد فورا اپنے طبیب سے مشورہ کریں سینے میں بھاری پن ، سانس پھولنا، گردن میں تشنجی کیفیت ، کندھوں یا جبڑوں میں درد، سینے میں درد ، چکر وغیرہ

ڈاکٹر ارشد قاسمی
فیملی ھیلتھ سینٹر لال گنج
اعظم گڈھ
Mob 9621196321

ھدایات برائے پاسبان علم و ادب

از :- مع تحیات پاسبان علم و ادب

محترم ممبران!

(1) پاسبانِ علم وادب، میں شامل ھونے والے ممبر کا مذکر(مرد نہ کہ عورت ہونا) اور ہندوستانی ھونا شرط ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں مقیم ھو۔

(2) یقینا آپ علم وادب کے پاسبان ہیں اس لیے اس کی پاسبانی علم وادب کے دائرہ میں رہ کر ہی کریں ۔

(3) شخصیات(سیاسی ہوں یا غیر سیاسی) اور دیگر ادیان ومذاھب پر تنقیصی تبصرے اور استہزاء سے گریز کریں. علمی وادبی انداز میں تجزیہ کا حق گروپ کے ہر ممبر کو حاصل ھے.

(4) ملکی اور بین الاقوامی حالات اور کسی بھی حکومت اور ساسی پارٹیز پر تبصرہ اور منفی پوسٹ کرتے وقت ہر طرح کی نزاکت کو پیش نظر رکھیں

(5) گروپ کے کسی ممبر کی جانب سے ھدایات کی خلاف ورزی کی صورت میں ہر ممبر کو خوبصورت انداز مین تنبیہ کرنے کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ خلاف ورزی ایڈمن ہی کی جانب سے ھو. متنبہ نہ ھونے کی صورت میں ہر ایڈمن کو اخراج (ریمیو) کا حق حاصل ہو گا.

(6) فضول ، لغو اور لایعنی پوسٹ کر کے معزز ممبران کا قیمتی وقت ضایع کرنے کے ساتھ ساتھ کسی کے لیے درد سر کا سبب نہ بنیں. **(من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ)**. تفریح طبع کے لئے کبھی کبھی ممبران کی آپسی مگر مختصر گفتگو کی جاسکتی ہے.

(7) بین الاَقوامی اور ملکی سیاسی تجزیے اور منفی تبصرے اور حکومت اور افراد حکومت کے خلاف تبصرے سے حتی الِامکان احتراز کریں البتہ کوئی اھم خبر جو معزز ممبران کے لیے مفید ہو اس کی رعایت کی جا سکتی ھے.

(8) آسمانی ، دنیوی آفت زدہ یا مثلی کردہ اشخاص کی ویڈیوز یا تصاویر پوسٹ کرنا بھی لاش کی بے حرمتی میں شامل ھے لھذا اس سے بچنا ہمارے لیے ضروری ھے.

(9) کسی بھی قسم کے ذلت آمیز کارٹون ، تصویر اور ویڈیوز سے بچنا ہمارا قانونی و اخلاقی فریضہ ھے. ممبران میں سے کسی ممبر کی مثبت سرگرمیوں کی تصاویر اور ویڈیوز وغیرہ پوسٹ کی جا سکتی ہین.

(10) گروپ میں اھل علم اور غیر اھل علم دونوں طرح کے ممبران موجود ھیں. ہر ایک ممبر کو اپنے دائرے اور حد کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے.

(11) گروپ میں مختلف مسلک اور مختلف مکتبہء فکر کے ممبران موجود ہیں. ہر ایک کا احترام ہم پر واجب ہے لیکن علم وادب کے دائرے میں رہ کر کسی

موضوع پر نقد و بحث کی جاسکتی ھے. جس ممبر کے خلاف تنقید ھو اس کو دلائل سے دفاع کرنے کا حق حاصل ھوگا نہ کہ غیض وغضب ھونے کا.

(12) کسی کی ذاتیات سے چھیڑ چھاڑ ہرگز نہ کرین نہ صراحتاً نہ کنایۃ اور یہ نہ دیکھین کی پہلے وہ کیا تھے بلکہ یہ دیکھین کہ اب وہ کیا ہین؟ نسلی، خاندانی اور قومی لعن طعن سے مکمل طور پر بچنے کی کوشش کرین. *(کلکم بنو آدم وآدم من تراب)*.

(13) تبدیلیء نمبر کی صورت مین گروپ ایڈمنز کو فورا مطلع کرین تاکہ قدیم نمبر ریمیو کر اس کے غلط استعمال سے گروپ کو محفوظ کیا جا سکے.

(14) کوئی ممبر کسی وجہ سے اگر گروپ سے نکلنا چاہتے ہین تو سبب بتاکر جائین تاکہ اس کے ذریعہ گروپ کی اصلاح ممکن ہو سکے .

(15) ایڈ منین حضرات کسی مشتبہ اور منفی فکر و عمل کے حامل شخص کو ایڈ نہ کریں، ایڈ کرتے ہوے تعارف ضرور کرائیں، اسی طرح ایڈ من بھی انہیں کو بنایا جاے جو عالم ہو ں اور ان کو جو مختلف علاقوں اور مختلف ممالک میں مقیم ہوں.

ایڈمنز گروپ
پاسبان علم وادب
تاسیس (20/11/2015)

ھدایات ، پاسبان، بشکل نظم

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی۔مؤسس، پاسبان

مری دہلیز پر سب کی پذیرائی نہیں ہوتی
زمانہ ساز لوگوں سے شناسائی نہیں ہوتی ۔

گماں بہتر ، عمل خوشتر پہ مدح یار ہوتی ھے ۔
دسیسہ کاریوں پہ ہمت افزائی نہیں ہوتی ۔

حسیں صورت ، حسیں جملے کا استقبال ہے لیکن
یہاں اھل سخن میں طنز آرائی نہیں ہوتی ۔

کشادہ قلب والوں میں ہماری ھم نشینی ہے
شقی القلب کے در پہ جبیں سائی نہیں ہوتی ۔

کلاہ و جبہ و دستار یہ قومی علامت ہے
نشان قوم میں تخصیص آبائی نہیں ہوتی ۔

زباں خاموش رہتی ہے ،،شفیق،، حق بیاں لیکن
کبھی باطل کے حق میں خامہ فرسائی نہیں ہوتی ۔

ایک لطیفہ

بقلم :- ڈاکٹر عبید اللہ قاسمی صاحب

ایک شیعہ مقرر تھا جو ہر تقریر کو حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما والی تقریر بنادیا کرتا تھا۔ کوئی بھی موضوع اسے دیا جاتا وہ کچھ ہی دیر میں سیدھا حضرات حسنین پر پہنچ جاتا۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک صاحب نے بہت غور وفکر کے بعد سورۃ الاخلاص پر تقریر کرنے کو کہا۔ شیعہ مقرر نے تقریر شروع کی اور کہا قل ھو اللہ أحد. آپ کہدیجیے کہ اللہ ایک ہے۔ لوگو! جانتے ہو یہ بات کون کس سے کہہ رہا ہے؟ خدا اپنے رسول سے کہہ رہا ہے۔ ارے کون رسول؟ ارے وہی رسول جو حضرت حسن وحسین کے نانا جان تھے۔ ارے کون حسن؟ وہی وہی جو کربلا میں شہید ہوئے۔ اور پھر اس ظالم مقرر نے سارا وقت رو رو کر اسی موضوع پر لگادیا۔

اسی طرح کچھ لوگ اپنی طبیعت سے مجبور ہوتے ہیں۔ کوئی بھی موضوع ہو وہ سیدھا تبلیغی جماعت پر آجاتے ہیں اور اپنی غلط فہمیوں کو حق بناکر پیش کرنے لگتے ہیں۔ اللہ کے اولیاء تک کو نہیں بخشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سمجھ عطا کرے!

ڈاکٹر عبیداللہ قاسمی

مشاعرے؛ بالی ووڈ کی جدید قسم!

بقلم :- مولانا فضیل احمد ناصری

شعر و ادب "زبان " کی بلندی، حسن، پرکاری اور زور آوری کا بہترین ذریعہ ہے- جو شخص زبان کی نزاکتوں، باریکیوں، اداؤں، مزاج اور نکات سے "عاری "ہے، وہ زبان کا " قاتل " تو ہوسکتا ہے، خادم نہیں- ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اور ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ استعمال کرلیا جائے تو بسا اوقات مضمون کی روح تک سلب ہوجاتی ہے، بلکہ یہی غلطی قرآن میں ہو تو نیکی برباد گناہ لازم- اس لئے زیر استعمال زبانوں کے قواعد جاننا ضروری ہیں- جولوگ زبان وادب کی خدمت میں مصروف ہیں،وہ "جوئے شیر " کے "فرہاد "ہیں - ان کی قدرافزائی ہونی چاہیئے- زبان کے ارتقا، فروغ اور مستحکم کرنے کیلئے مختلف وسائل کا سہارا لیا جارہاہے- مضامین لکھے جارہےہیں، متنوع افکار وخیالات اور نو بہ نو گوشے نکالے جارہےہیں- جرائد و رسائل، اخبارات اور ریڈیو کےذریعے "ادب "کو پرکشش بنانے کی انتھک کوششیں جاری ہیں- ہندوستانی نقطۂ نظر سے دیکھاجائے تو اس باب میں مدارس اسلامیہ "کلیدی "اور "ابجدی " حیثیت رکھتےہیں- اگر یہ مدارس نہ ہوں تو اردو کس مپرسی کا شکار ہوجائے- گیسوئے اردو آج بھی مدارس اسلامیہ کی منت پذیر ہے- مدارس کی اردو گرچہ "قدامت بردار "ہے، مگر اس سے "سرمایہ ہائے قدیم "محفوظ اور قابلِ استفادہ ہیں- فضلائے مدارس کے سامنے غالب یاکسی قدیم شعرا کا کلام پڑھ دیجئے، وہ اس کی روح تک اترجائیں گے اور اس کی تہوں میں مخفی "جواہر "نکال کر رکھ دیں گے،

مگر دوسروں میں یہ بات اب نہیں پائی جاتی- اب عالم یہ ہے کہ اردو کے "صحافی "لکھتے "ہندی "میں ہیں اور ٹائپ "اردو "میں کرواتے ہیں- اور اردو ایسی کہ "سنسکرت "کا گمان ہو-............... بات کہیں سے کہیں نکل گئی-عرض یہ کرنا تھا کہ "فروغ ادب "کیلئے جہاں اور طریقے اپنائے گئے، ان میں سے ایک "مشاعرہ "بھی ہے-

"مشاعرہ "عربی لفظ ہے، جس کا معنٰی ہے "ایک دوسرے کو شعر سنانا- لغوی اعتبار سے اس کا مصداق "بیت بازی "ہے، مگر اس کا استعمال اس مجلس کے لیے ہوتا ہے، جہاں چند شعرا عوام کے درمیان اپنا کلام پڑھ کر سنائیں-اردو مشاعرہ کی اپنی ایک تاریخ ہے اور مقناطیسیت بھری تاریخ........ مگر کچھ برسوں سے اس تاریخ کے ساتھ بھی "تعرض "گوارا کرلیا گیا ہے -صورت حال یہ ہے کہ مشاعرے اب "بالی ووڈ "کی "نوعِ ثانی "بالفاظِ دیگر "بی ٹیم "بن چکے ہیں-مردوں کے ساتھ عورتوں، بلکہ "زنخوں "کی شمولیت نے انہیں "شجرممنوعہ "قرار دے دیا ہے-کوئی مجلس اس وقت تک مشاعرے کانام نہیں پاتی، جب تک کہ زنخہ نما خواتین اس میں شریک نہ ہوں-اشتہار چھپتاہے تو قارئین کی نگاہیں "مکشوفات "(شاعرات) کو ڈھونڈتی ہیں- اگر مل گئیں اور "مرغوبات "ملیں، تب تو شمولیت پکی ہے، ورنہ مشاعرہ "مجلسِ مرثیہ "قرارپائے گا- بگاڑ اس حد تک آچکا کہ مشاعرے از اول تا آخر "گناہوں کا ہمالہ "نظر آتے ہیں- اشعار اس قدر گندے اور فحش کہ "شرافت" منہ چھپاتی پھرے- سر تا سر اسلام مخالف- ہیجان خیز وشہوت انگیز- فسق وفجور کا کھلاہوا مظاہرہ-ہرشاعر اپنی "داستانِ عشق "سناتا اور ہجروفراق کے درد اچھالتا دکھائی دیتا ہے-سارےہی شعرا فاجر و فاسق- بعض "بنت عنب "کے بھی اسیر-........

ناظرینِ مشاعرہ کی دھڑکن اس وقت دوہری ہونے لگتی ہے، جب "کوئی حسین ہوتاہے سر گرمِ نوازش "پھر تو "ہاں اور، ہاں اور " کا سلسلہ رکتاہی نہیں-یہ مکشوفات اپنی تمام تر "فتنہ سامانیوں" اور "محشر خیزیوں " کیساتھ رونقِ اسٹیج ہوتی ہیں اور مشاعرہ پڑھتے وقت "ابلیس " اپنی پوری توانائی ناظرین کو "سحر زدہ "کرنے ہمیں لگادیتاہے- اب تو بعض مشاعروں میں "صنف نازک "نظامت کا "گراں قدر " فریضہ بھی انجام دیتی دکھائی دیتی ہیں-مشاعرہ ہی نہیں ،دیگر ادبی نشستوں میں بھی شرکت اور نظامت تک چل رہی ہے- اللہ کی پناہ-جولوگ مسلمان نہیں ، وہ میری اس تحریر کے ہرگز مخاطب نہیں ،میر اخطاب ان لوگوں سے ہے جو مسلمان کہلاتے ہیں اور اللہ کی بنائی "حدیں "توڑتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے-طیادرکھئے، عورتیں پردہ کی چیز ہیں ، ان کا حسن پردہ ہی میں ہے -جب عورتیں بلاضروت اپنے "محرم " کے ساتھ بھی نہیں نکل سکتیں ،تو بلاضرورت اور تنہا انہیں تقریبات میں کیوں کر اجازت ہوسکتی ہے؟ اس طرح کی ادبی مجلسیں حرام ہیں- جو گناہ "ماہرینِ سخن "کے حصے میں لکھائے گا ، وہی انتظامیہ اور ناظرین کے حصے میں بھی-

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، واتقوااللہ، ان اللہ سریع الحساب-



دین میں حکمت ضروری ہے!

بقلم :- مولانا محمد اکرم خان قاسمی

ایک صاحب محمد آباد کے شاہ گنج ریلوے میں تھے کبھی کبھی میری دکان پر آتے تھے ،
اس کے بعد اکثر شام میں آنے لگے جتنی بدعت ہوسکتی تھی ان کے اندر موجود تھی حتی کہ تعزیہ بھی شیعوں ساتھ لے جاتے تھے ،
میں ان کو صحابہ اور بزرگان دین کے واقعات اور رسول اللہ ص کی سنت کے بارے کبھی کبھی آگاہ کرتا رہتا تھا لیکن کبھی ان نے کسی بدعت پر منع نہیں کیا بلکہ جب وہ تعزیہ کے ساتھ جلوس میں جاتے تو ہمارے یہاں رکتے ہم چائے مانگا پلاتے
کچھ دن بعد یہ ہوا کہ بالکل بدعت سے متنفر ہوگئے اور حال یہ ہو کہ اپنی دو بچیوں کا نکاح مجھسے پڑھ وایا
اور انکے لڑے کے کا نکاح بارہ بنکی میں ہونا تھا مجھسے کہنے لگے آپ کو نکاح پڑھا نا ہے میں نے مدرسہ بدر الاسلام کے ایک طالب علم کو بھیجا اس نے نکاح پڑھا یا اللہ کا شکر ہے پورا گھرانا صحیح العقیدہ ہوگیا
سمجھ میں یہ آیا کہ دین میں حکمت ضروری ہے اور کب امر المعروف کرنا اور کس وقت نہی عن المنکرپر عمل کرنا ہے یہ واقعہ یاد آیا لکھ دیا ویسے جماعت تبلیغ میں بہت سی بے اعتدالیاگئی ہے
پانچ سال ہوا انکا انتقال ہوگیا اللہ مغفرت فرمائے آمین

قسط نمبر 1

پیر مغاں کی خدمت میں چند ساعتیں!

بقلم :- عبدالمالک بلندشہری

عہد گزشتہ میں ارشاد و دعوت اور تزکیہ نفس و اصلاح باطن کے سلسلہ میں جن علمائے کرام اور مشائخ عظام نے اپنی منفرد شناخت بنائی اور اس حوالہ سے شہرت و سمعت کے ہفت اقلیم سر کیئے ان میں سر فہرست حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح(1864۔1943) کی ذات بابرکت ہے جن کے ذریعہ خانقاہی نظام کو وہ فروغ حاصل ہوا ہے جو نایاب تو نہیں البتہ کمیاب ضرور ہے ۔۔حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ (1813۔1899)سے ارشاد و تلقین کے اجازت حاصل کرنے کے بعد آپ نے تصوف و سلوک کی تشریح و توضیح اور اس شعبہ میں در آئی خرافات وبدعات و غیر اسلام رسومات و رواجات کا قلع قمع کرنے میں تن من دھن کی بازی لگادی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ نے اپنے آپ کو مکمل کھپا اور فنا کر دیا ۔۔۔تصنیفات و تالیفات ، افادات و ارشادات ، مکتوبات و خطوط اور تذکیر و موعظت ہر طریقہ سے آپ نے صحیح اسلامی تصوف کی نشاندہی کی اور جُہّالِ محض کی ریشہ دوانیوں اور مبتدعین کی معنوی تحریفوں کا تعاقب کیا ۔۔۔کہتے ہیں کہ جو جس قلعہ پر اخلاص کے اسلحہ سے لیس ہوکر حملہ آور ہوتا ہے وہ اس کو سر کر ہی لیتا ہے بالکل اسی طرح حضرت تھانوی رح کی مخلصانہ جدوجہد اور مصلحانہ تگ و دو کا نتیجہ دنیا میں اس طور پر بھی ظاہر ہوا کہ وقت کے مایہ ناز علماء ، سحر انگیز اسلوب نگارش کے حامل ادباء، فقہ و فتاوی پر گہری بصیرت رکھنے والے فقہاء،

سائنس اور علم کلام کے ماہرین وغیرہ کا آپ کی جانب وہ رجوع اور ارد گرد وہ ہجوم ہوا کہ ماضی قریب میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک مقناطیسی کشش ہے جو اصحاب فکر و دعوت کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے ۔۔ اس پر جبال علم و فن ٹوٹے پڑتے ہیں ۔۔اس کی خانقاہ پر تصور کی نگاہوں سے ایک نظر ڈالئے تو محسوس ہوگا کہ ایک طرف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ، علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ،خاندانی نجابتوں و موروثی شرافتوں کے حامل حکیم الاسلام حضرت قاری طیب (1897۔1983)برد اللی مضجعہ انتہائی مسکنت و عاجزی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے ہیں جب کہ دوسری طرف بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم، جانشین علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ(1857۔1914) ، معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو ، ناظم مرکز علم و تحقیق دارالمصنفین اعظم گڑھ ، سیرت النبی کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے وقت کے غزالی علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ(1884۔1953) نظریں جمائے اپنے اس گوشہ خمول کے دلدادہ ، بوریہ نشین مرشد و شیخ کے رخ انور کی زیارت سے محظوظ ہورہے ہیں اور نظروں سے ہی پی کر عالم بیخودی میں پہونچے ہوئے ہیں ۔۔۔ایک گوشہ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور ممتاز فقیہ مولانا مفتی شفیع عثمانی رح(1897۔ 1976) بیٹھے ہوئے اور اپنے قلب و جگر کو شیخ ملت کے روحانی فیض سے مملو کر رہے ہیں جب کہ دوسرے گوشہ میں فلسفہ و سائنس کے ماہر ، علوم عصریہ و دینیہ دونوں میں یکساں مہارت رکھنے والے عظیم عالم مولانا عبدالباری ندوی رح(1976) بیٹھے اپنے دل کو شیخ کی زیارت سے تسکین دینے کی کوشش کر رہے ہیں ۔۔ مجلس لگی ہوئی ہے اور اردو کے سحر انگیز ادیب مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریاآبادی(1892۔1977) ،

طبیب حاذق ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رح(1896ـ1986)، مشہور بزرگ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رح(1868ـ1963)، بڑے صاحب حال شیخ مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رح (1895ـ1967)، مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رح(1908ـ1992) سمیت علماء و فضلاءکا ایک جم غفیر بیٹھا شیخ کے علوم و معارف سے بہرہ ور ہورہا ہے ۔۔۔ان اساطین علم و فضل کی موجودگی میں ایک نوعمر نوجوان بھی مجلس کے آخری سرے پر بیٹھا ہوا ہے ۔۔دبلا پتلا سا ، منحنی داڑھی ، قد متوسط ، عمر کوئی یہی بیس بائیس سال چہرہ بشرہ سے نیکی و تقوی کے آثار ہویدا ، کم گو ،کم آمیز اور انتہائی متواضع و بااخلاق ۔۔حاضرین پر سکوت طاری ہے ۔۔ محفل پر سناٹے کی فضا قائم ہے ۔۔ تمام حاضرین محفل ادب و رعب کی وجہ سے گردن جھکائے بیٹھے ہیں کہ اچانک مرشد کامل کی رعب دار آواز کانوں سے ٹکرائی ۔۔آگے آو۔۔۔

.... یہ حکم تھا اس نوعمر نوجوان کو ۔وہ خوف و تواضع کی مشترکہ کیفیت کے ساتھ کھڑا ہوا اور دامنِ احتیاط تھامے ہوئے صفوں کو چیرتا ہوا شیخ کامل کے قریب پہونچ گیا ۔۔شیخ کامل نے انتہائی محبت کے ساتھ اس پر نگاہ ڈالی اور کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے اجازت بیعت و تلقین کے شرف سے مشرف فرمایا ۔۔۔شریکانِ محفل شیخ کے اس عمل سے دم بخود و مبہوت سے رہ گئے ان کو بڑی حیرت ہوئے اور استعجاب کے ساتھ انہوں نے اس نوجوان کی طرف دیکھا جو سر جھکائے دل ہی دل میں اپنے اللہ کے ذکر مشغول تھا ۔۔۔ معلوم ہے یہ اونچی نسبت کا حامل نوجوان کون ہے ۔۔یہی تو وہ مرشد عظیم ہے جو آگے چل کر محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی نور اللہ مرقدہ(1920ـ2005) بانی و ناظم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی کے نام

سے مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوا۔جس نے اپنے شیخ و مرشد کی فکر کو اپنی فکر بنالی۔۔ان کو مشن کو اپنا مشن اور ان کے ہدف کو اپنا ہدف بنا کر تادم حیات اس کے حصول کے لئے کوشاں رہا۔۔۔مولانا ابرار الحق رح کو آخری دور میں وہی مقبولیت و مرجعیت حاصل ہوئی جو کسی زمانہ میں ان کے شیخ حضرت تھانوی رح کو حاصل ہوئی تھی ۔۔کون سا ایسا عظیم ادارہ تھا جہاں آپ کے افادات و ارشادات کی مجلس نا جم تھی ۔یہ مسجد ندوۃ العلماء لکھنو ہے ۔مولانا ابرارالحق صاحب آئے ہوئے ہیں ۔مغرب کی نماز مکمل ہوچکی ہے اور ان کا وعظ شروف ہوگیا۔۔انتہائی سادہ ، عام فہم اور شیریں انداز و ناصحانہ لب و لہجہ میں حاضرین کو لعل و گہر لٹائے جارہے ہیں ۔۔۔یہ مسجد رشید ہے ۔۔آج اس میں حضرت کا بیان ہے ۔۔وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہے وہاں حضرت کا حلقہ لگا ہوا ہے ۔۔طلبائے علوم عصریہ شریک محفل ہیں اور اپنے دل و دماغ کو روحانی غذا مہیا کرا رہے ہیں وہ مظاہر علوم ہے اس کی مسجد قدیم میں حضرت براجمان ہیں اور محفل جاری ہے ۔۔۔غرض شیخ ابرارالحق رح کے منتسبین و متعلقین میں بھی بڑا تنوع رہا ہے چاہے ندوۃ العلماء کے شیخ التفسیر مولانا برہان الدین سنبھلی مدظلہ(ولادت1938) ہوں یا دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا قمرالدین گھورکھپوری مدظلہ(ولادت 1938) ، چاہے دارالعلوم دیوبند کے صدر القراء قاری ابوالحسن اعظمی مدظلہ(ولادت1941) ہوں یا مدرسہ جامع العلوم پاغپت کے مہتمم سراج الملت مولانا سید بلال حسین تھانوی مدظلہ (1943)چاہے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے مفتی عبداللہ پھولپوری رح (1961۔2017)ہوں یا ندوۃ العلماء لکھنو کے استاذ حدیث و فقہ مفتی زید صاحب مظاہری مدظلہ (1960) سبھی اس کے میکدہ محبت و معرفت کے بادہ خوار اور اور اس کے میخانہ کے مے کش ہیں ۔۔

سبھی نے اس کے در پر بغرض اصلاح و تربیت حاضری دی ہے اور سبھی اس کے مریدین میں شامل ہیں ۔۔ان کے علاوہ بھی آپ کے تربیت یافتہ اور خلفاء و مجازین کی تعداد 95 سے متجاوز ہے جب کہ مریدین و منسبین کی صحیح تعداد کوا شمار کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکنات میں سے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری



کچھ دیر کتاب میلے میں

بقلم :- مولانا محمد عاصم کمال الاعظمی
ایڈیٹر :- رسالہ پاسبان

آج نماز جمعہ سے قبل شبلی منزل "دارالمصنفین اعظم گڑھ "حاضر ہوا، اطلاع ملی کہ ادارہ کے انٹر کالج میں کتاب میلہ لگا ہواہے، اور اس کو کئ روز ہوگئے ہیں، اور آیندہ مزید دوروز رہنے کی توقع ہے، ادارہ شبلی کے ایک اسکالر کے ہمراہ وہاں پہنچا، کتابوں کی اتنی بھیڑ دیکھ طبیعت کھل اٹھی، دیوبند کے بعد برائے فروخت پہلی بار اتنی کتابیں مہیا نظر آئیں، عجیب پر کیف منظر تھا،طلبہ وطالبات اور مختلف علمی وادبی ذوق رکھنے والے لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی، میں نے بھی اس ڈھیر میں سے کتابیں چننی شروع کیں، میری حریص طبیعت نے چاہاکہ یہ ساری کتابیں میری ہو جائیں؛ مگر......بسا آرزو کہ آرزو بود ....پھر بھی تقریبا ۳۰، ۳۵ کتابیں لیا، جن میں: حیات شبلی، تحقیق کا فن، سیرۃ النعمان، مولانا ابوالکلام آزادا کی نادر تحریریں، کلیات اقبال سہیل اور اسی طرح مختلف شعری انتخابات اور کچھ ادبی مجموعے،،،،،جی چاہ رہا تھا کہ اس میلہ میں گھومتارہوں، مگر مؤذن کی ندا در ایزدی پر کھینچ لائی، ... مگر طبیعت نہ مانی اور بعد نماز مغرب ایک بار پھر پہنچا، مگر اس مختصر عرصہ میں کتابوں کی وہ بھیڑ کچھ بلکہ بہت کم ہوگئ تھی؛ حتی کہ ایک کتاب کے لینے میں جب مجھے تردد ہورہا تھا اسی لمحہ بک سیلر (کتب فروش) نے کتابوں کی جانب اشارہ کرکے کہا کہ: لے لیں ورنہ یہ بھی صاف ہوجائیں گی .....

اس میلہ میں ایک بات سے خوشی ہوئ البتہ ایک بات باعث تلکیف بھی تھی ...اور یہ تکلیف اس خوشی سے گہری تھی ..خوشی یہ تھی کہ اس میلہ میں نئ عمر کے طلبہ اور اسٹوڈنٹ میلہ کی زینت بنے ہوئے تھے،اور دکھ اس بات کا تھا کہ اردو کتابیں اپنی غربت اور مفلسی کا بہت بےچارگی سے اعلان کررہی تھیں، ..لائق مبارک تھے وہ لوگ جن کو اس بے چاری زبان اور اس بے مایہ شئ کا کچھ پاس تھااور جس کی حالت اس اپاہج کی سی ہے جس کو چلنے کے لئے بیسا کھی کی ضرورت توہے مگر پکڑنے کے لئے ہاتھ نہیں ..اتنے بڑے میلہ میں صرف دو بینر اردو کتاب کا تھا، ایک دارالمصنفین شبلی اکیڈمی دوسرے اردواکیڈمی لکھنؤ... ہاں ایک دہلی کے بک سیلر نے بھی کچھ اردو کتابیں رکھ رکھی تھیں، باقی اس کے علاہ ہندی اور انگلش کتابوں کے اہل ذوق نے اپنی چھاپ بنار کھی تھی .....اس موقع پر ایک بات کہنے کی جرات کروں گا کہ ہم اہل مدارس جو اردو زبان کو اپنا علمی ورثہ سمجھتے ہیں اس طرح کے مواقع اور اس طرح کی چیزوں میں خاص دلچسپی نہیں لیتے ، اور پھر جب بات زبان کے تحفظ کی آتی ہے تو بازی کوئ اور مار لے جاتاہے، میلہ بہت اچھا میلہ تھا.

محمد عاصم کمال الاعظمی

ایڈیٹر : رسالہ پاسبان

جماعت اور تنظیمیں حق اور باطل کا معیار نہیں بن سکتیں،

بقلم :- مولانا ابو اشعر فہیم

جماعتیں اور تنظیمیں چوں کہ مختلف ہاتھوں سے گزرتی رہتی ہیں اور کبھی کبھی اس *گزران* میں وہ کھلونا بھی بن جاتی ہیں، آدمی اگر خالص سیاسی ہو تو جمعیتوں اور تنظیموں پر سیاست کا غلبہ ہوجاتا ہے، سماجی ہو تو خدمت خلق کی طرف جھکاؤ زیادہ ہو جاتا ہے، علمی اور تحققی مزاج کا قائد ہو تو لوگوں کو علم و تحقیق کی طرف لگاتا ہے، صوفی اور خانقاہی ہو تو تزکیہ قلب اور مروجہ آداب و اذکار کی طرف جماعت کو جھکا دیتا ہے، تخریبی ہو تو جماعت و جمعیت میں جوڑ توڑ کی سیاست کو عروج ملتا ہے،

غرض کہ تنظیمات وغیرہ پر وقت کے قائدین کے افکارو خیالات کا مکمل عکس و اثر پڑتا ہے،

اس لیے تنظیمات کی وقتی ڈگر یا اس کے موجودہ حکمرانوں کے جملہ رجحانات و بیانات کسی بھی قوم، مسلک اور جماعت کے ترجمانی اور نمائندگی نہیں کرتے،

مسلک و منہج اور اس کی نمائندگی اس کے اکابر علماء، اور ان کی کتابیں اور ان کی شروحات فقہ و حدیث کرتی ہیں،

اسی طرح پیشہ ور مقررین یا پر جوش نادان مبلّغین بھی کسی جماعت کے نمائندہ نہیں ہوتے،

یہ بھی خیال رہے کہ ہر تنظیم اور جماعت پچاس ساٹھ سال کے بعد اپنے اصل محور اور مقصد و منزل سے ہٹ جاتی ہے،

اس لیے جماعت اور تنظیمیں حق اور باطل کا معیار نہیں بن سکتیں،
جب ہماری جمعیتیں اور تنظیمیں *حزبیت* کی طرف دعوت دینے لگیں تو سمجھ جایئے کہ *فرقہ واریت* اور *کھلے انحراف* کا آغاز ہو چکا ہے _
اللہ ہمیں ہر طرح عصبیت سے محفوظ رکھے _

ابو اشعر فہیم



انٹرویو لینا ایک آرٹ (فن) ہے اس کے کچھ اصول و ضوابط ہیں

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی صاحب

1 انٹرویو لینے سے پہلے متعلقہ شخص کے سلسلے میں پہلے سے تیاری کر لے لکھنا ضروری نہیں ہے ذہنی خاکہ تیار کر لے ۔

2 آداب محفل کا خیال رکھا جائے ۔

3 وقت کی پابندی کی جائے ۔

4 انٹرویو کیوں لیا جا رہا ہے اس کا مقصد متعین ہونا چاہیے ۔

5 ہم جس شخصیت کا انٹرویو لے رہے ہیں اس کا اہم پہلو کیا ہے

6 سوالات کرتے وقت عقلی اور منطقی انداز سے مربوط منصوبہ بند ہونا چاہئیے ۔بیچ بیچ میں ابھرنے والے نکات سے بھی صرف نظر نہ ہو ۔

7 انٹرویو لینے والے کا انداز سوال ایسا ہو کہ میں معلومات اخذ کرنے اور سیکھنے آیا ہوں ۔اسمارٹ یا قابل بننے نہیں

8 مخاطب کو بولنے کا پورا موقع دیا جائے ۔

9 قلم کا استعمال محتاط ہو یعنی کسی کی دل شکنی بھی نہ ہو اور بات مختصر ہو لیکن صحت سے گری ہوئی بھی نہ ہو ۔

10 سوال موصل الی المطلوب جس سے دونوں کو مقصد تک پہنچنے میں آسانی ہو

11 انٹرویو کے دوران جو سب سے اہم چیز ہے وہ ہے صبر اور تحمل سے کام لیا جانا ۔اس چیز کا دونوں یعنی انٹرویو لینے والے اور دینے والے کو خیال رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے ۔

12 انٹرویو کے دوران فقرے الفاظ اور جملے مناسب استعمال کرنے چاہئیے ۔تاکہ غیر مناسب حرکت اور بد تمیزی کا اظہار نہ ہو ۔

13 اگر کئی لوگ سوال کرنے والے ہوں تو آپس میں طے کرلینا چاہئیے ۔یا اتنا خیال رہے کہ ایک کا سوال و جواب مکمل ہو تو دوسرا شروع کرے ۔

14 ہر صورت توازن توافق اور اعتدال بحال رہے

15 سب سے اہم بات یہ بھی ہے کہ ماحول خوش گوار رکھا جائے تاکہ سامنے والا اکتاہٹ کا شکار نہ ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شفیع اللہ اعظمی قاسمی

قسط نمبر 1

عروس البلاد ممبئ سے شہر فکر وفن دیوبند تک

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

انسان فطری طور پر تنوع پسند ہے' ایک جگہ اور ایک ہی ماحول میں مستقل سکونت اس کے لئے اکتاہٹ کا باعث ہوتی ہے، اس کیفیت کو دور کرنے کے لئے وہ نقل وحرکت کا سہارا لیتا ہے۔یہ عارضی نقل مکانی اسے نہ صرف یہ کہ تفریح طبع کا سامان فراہم کرتی ہے'بلکہ تجربات و مشاہدات کے ذریعے علوم کے مختلف جہانوں سے بھی اسے آشنا کراتی کراتی ہے۔ شوق سفر انسانی زندگی کے خمیر میں اس طرح سے پیوست ہے'جیسے فولاد میں جوہر اور پھولوں میں خوشبو،اس حیرت انگیز اور قدم قدم پر عجائبات سے بھری ہوئی دنیا میں زندگی کا ہر قدم ایک نئے جہان کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے،

نتیجتاً اقوام عالم کے تہذیبی تمدنی تعلیمی اور سیاسی ومعاشی حالات کے منظر نامے سامنے آتے ہیں۔انسانی عروج وارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی پسماندگی و تنزل کے راز ہائے سربستہ سے پردے اٹھتے ہیں ،یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں انسانوں نے اسفار کے ذریعے زندگی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔مشاہدات وتجربات کی ترسیلات سے نئے نئے علوم کے انکشافات کئے ہیں، سفرناموں کے ذریعے اپنے مشاہدات کو عام کرکے معلومات کے دائرے میں وسعت عطا کی ہے'۔سفرنامے کی تخلیق کی ابتدا اگرچہ بہت قدیم ہے'لیکن اسے فن کا درجہ دینے میں ابن بطوطہ کی ذات سر فہرست ہے،اردو میں سفرنامہ لکھنے کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی اردو زبان۔ لیکن سرسید وشبلی کے سفرناموں نے اسے عروج و ارتقاء کے آسمان پر پہونچایا ہے

عصر حاضر میں زمانے کی برق رفتاری، جدید وسائل و ذرائع ابلاغ کے باعث پوری دنیا محدود دائرے میں سمٹ چکی ہے وسائل نقل وحرکت اور ذرائع ابلاغ کی ہر لمحہ جدت کی وجہ سے کائنات عالم ہر فرد کی نگاہوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ باوجود اس کے سفرناموں کا تخلیقی عمل بدستور جاری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا صد رنگ نہیں بلکہ ہزار رنگ ہے'،اس کا ہر لمحہ تغیرات کے عمل سے گذر کر ایک نئے رنگ میں سامنے آتا ہے، آفتاب ہر روز ایک ہی انداز سے طلوع
ہوتاہے لیکن مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ قدرت نے تاریکیوں کو روشنی کا لباس پہنانے کا شعبدہ پہلی بار دکھایا ہے، ہر صبح ایک نئی صبح ہوتی ہے ہر شام اپنے اندر نیا اسرار رکھتی ہے، دنیا کی تلاش اس کی جستجو کی تمنائیں نہ پہلے کم تھیں اور نہ ہی دور حاضر میں اس کی بے چینیوں میں کوئی فرق آیا ہے،نہ ہی کسی اظہار، کسی قلم کسی کتاب کو اس کی تمام جلوہ سامانیوں کے انکشاف کا افتخار حاصل ہے'،
ایک دلچسپ، معلوماتی ذخائر سے آراستہ، سفرنامے کے لئے ضروری ہے کہ قلم کار مشاہدات کی گہرائیوں۔تجربات کی وسعتوں کے ساتھ ساتھ تخلیقی کمالات سے بھی آراستہ ہو۔اس کے بغیر تخلیق زندگی کی روشنی سے ہم دوش نہیں ہوسکتی،
یہاں اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ راقم الحروف
کا دامن مذکورہ تمام تخلیقی خوبیوں سے بالکل خالی ہے۔ باوجود اس کے اس میدان میں اترنے کی جراٴت محض اس وجہ سے کی ہے'کہ زندگی کے سفر کے کچھ یادگار لمحات وقت تاریکیوں میں دفن ہونے سے محفوظ ہوجائیں ،ورنہ تو خالی زنبیل اور قلب و ذہن کے خشک صحرا کے پس منظر میں اپنی ذات کے علاوہ مشاہدات کی روشنی دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔

ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے مطلع علم و ادب سے بے شمار نجوم کواکب طلوع ہوئے ہیں انھیں میں بہار میں علم کے معمار مولانا ابوالمحاسن سجاد احمد، محدث کبیر علامہ حبیب الرحمن الاعظمی،
اور مؤرخ ملت مولانا سید محمد میاں دیوبندی رحمھم اللہ بھی ہیں'جن کی زندگیاں جہاں علوم اسلامی کی ترویج واشاعت میں گذری ہیں وہیں انہوں نے جذبہ انسانیت کے زیرِ اثر جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے ملی وقومی خدمات کا تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے'،انتھک جد و جہد سے اس کے کاز کے دائرے کو وسعتوں کے ہم کنار کیا ہے،اس کے نصب العین کو اپنی تقریروں تحریروں اور مسلسل سفروں کے ذریعے استحکام عطا کیا ہے اس کے کارناموں کی تمام جہتوں اور سمتوں کو اجاگر کیا ہے باوجود اس کے ان کے روشن کرداروں کو تنظیمی پلیٹ فارم سے ملکی سطح پر وہ روشنی نہ مل سکی ،جس کی وہ ہستیاں ہر لحاظ سے مستحق تھیں۔
ہندوستان میں اپنے ملی سماجی سیاسی اور دینی بیداری کے حوالے سے عظمتوں کا نقش کا قائم کرنے والی شہرہ آفاق تنظیم جمعیۃ علماء ہند۔
جس کی تاسیس 1919،کو انتہائی پر آشوب دور میں رکھی گئی تھی اب دوہزار انیس میں اس کے کارناموں کی ایک صدی مکمل ہونے کو ہے'۔

ایک نئے ولولوں سے معمور اس لمحہ مسرت پر جمعیتِ علماء ہند،م،نے ان خوشید جہاں تاب ،کو اجاگر کرنے کا عزم کیا جن کی تابانیاں وقت کی تہوں میں چھپ گئی تھیں یا مدھم ہوگئی تھیں۔
اور جن کے علمی،اصلاحی تحقیقی اور تاریخی جلوؤں کی رونمائی اب تک جمعیت علمائے ہند کے سر پر قرض کی صورت میں باقی تھی۔

سو اس نے اپنے جشن صد سالہ کی تقریبات میں عظیم الشان سیمینار کا فیصلہ کیا جو مذکورہ شخصیات سے متعلق نہ صرف خراج تحسین پر محدود ہو بلکہ ملک کے مختلف اسکالروں کی تحریروں کے ذریعے ان کی ذات ان کے کارناموں کی تشریحات بھی نئی نسلوں کے سامنے آجائیں۔

ناچیز کے لئے یہ امر انتہائی خوشی کا باعث تھا کہ مولانا سید محمد میاں دیوبندی رحمہ اللہ سے متعلق سیمینار کے اہتمام ونگرانی اور کنویزی کے لئے استاذ محترم مولانا ضیاء الحق خیر آبادی کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔

اور مولانا سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کنویز مشہور مصنف وقلم کار اختر امام عادل صاحب کو بنایا گیا۔دونوں حضرات نے بساط بھر ملک کے اہل علم اور عظیم قلم کاروں مشہور اسکالروں کے پاس دعوت نامے بھیجے،موضوعات ارسال کئے،مقالے لکھوائے اور ہر طرح سے مذکورہ شخصیات سے متعلق معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا۔

راقم کو بھی مولانا سید محمد میاں دیوبندی کے ہمہ جہت پہلوؤں میں،،مولانا میاں دیوبندی بحیثیت دیدہ ور مؤرخ،،کا عنوان دیا گیا۔دعوت نامے سے سرفراز کیا گیا، استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب خیر آبادی مدظلہ کی اس دوران رہنمائیاں بھی ہمراہ تھیں۔ سیمینار کا افتتاحی پروگرام 15دسمبر

2018بروز سنیچر ماؤلنکر ہال انسٹی ٹیوشن کلب دہلی میں تھا۔ راقم الحروف اپنے ایک عزیز محترم انصار احمد صاحب کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ کر گوونڈی سے باندرہ اسٹیشن بمبئی کے لئے روانہ ہوا شام چار بج کر پینتیس منٹ پر،،یوا،،ایکپریس ،وقت کے مطابق دہلی روانہ ہوگئی۔ ٹرین ممبئی کی فلک بوس عمارتوں کے درمیان ویسٹرن لائن پر خراماں خراماں دوڑتی رہی،

آفتاب کی نقرئی کرنوں کے ساتھ جھلملاتا ہوا زرق برق ممبئی شہر بھی تاریکیوں

کی دبیز چادروں میں روپوش ہو گیا۔ہماری برتھ کے سامنے تبلیغی جماعت کا ایک قافلہ بھی محو سفر تھا انہیں کے ساتھ سفر کی تمام نمازیں ادا کی گئیں۔قصدا اس خیال سے بہت محدود دائرے میں گفتگو کی گئی اور پورے سفر میں یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ ہمارا شمار روایتی طور پرطبقہ علما میں ہے'کہ ابھی تشکیل نہ شروع ہو جائے۔منزل پر پہونچنے سے تھوڑی دیر قبل تعارف ہوا انھوں نے حسب خیال پوچھا۔آپ کا وقت لگا ہے'؟ہم نے نفی میں جواب دیا

انھوں نے نظام الدین آنے کی دعوت دی مگر اصرار اس لیے نہیں کر سکے کہ اب بہت دیر ہوچکی تھی اسٹیشن پر اترنے کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔

صبح ساڑھے نو ہم بخیر وعافیت حضرت نظام الدین دہلی اترے ،وہی دہلی ،، دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب،، وہ دلی جو بے شمار علماء صلحاء اولیاء کو اپنے سینے میں محفوظ کرر کھاہے،جو کسی زمانے میں مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا روشن مینار تھی ،جہاں مغل سلاطین شاہان خلجی حکمرانان تغلق کی شان وشوکت کی بے شمار داستانوں کی امین ہے'،جن کی پیشانیوں کی ایک شکن سے پورا ہندوستان نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک جنبش میں آجاتے تھے،جو اسلامی تہذیب و تمدن اسلامی علوم و فنون کا گہوارہ تھی، جس کے ذرے ذرے میں انگریزی استعماریت کے نتیجے میں اٹھارہ سو ستاون کے وقت سے

مسلسل آزادی ملک تک مسلمانوں کے اجسام سے نکلنے والا خون جذب ہے'، ایک آٹو کے ذریعے آئی ٹی او میں واقع جمعیت دفتر کارخ کیا دس بج چکے تھے موسم کا سرد تیور اور کہرے کی چادروں کے آگے اب بھی سورج کی دھوپ بے جان اور شکستہ تھی، دو ہزار چار کے دوران دلی آیا تھا اب بارہ تیرہ سالوں کے بعد اتفاق ہوا تھا خیال تھا کہ سٹی کا معیار کافی بلند ہوچکا ہو گا مگر تمدنی لحاظ سے کوئی فرق

محسوس نہیں ہوا ممبئی کے لحاظ سے یہاں کا معیار اس بات کے باوجود کہ یہ دارالحکومت ہے بہت زیادہ گرا ہوا ہے'،ٹرانسپورٹ کے حوالے سے دونوں شہروں میں بہت بڑا فرق یہ ہے بھی ہے کہ ممبئی میں اگر کہیں جانا ہے' تو ٹیکسی یا رکشے پر بے تکلف بیٹھ جایئے جو میٹر آئے وہ آسانی سے ادا کردیں لیکن یہاں اس کا تصور نہیں ہے ہر جگہ کرایہ طے کرنے کی مشقت ہے'۔بہرحال ممبئی کے مقابلے میں دہلی کی کھلی فضا میں خوبصورت اور کشادہ شاہراہ پر دوڑتا رہا اور تصور میں عظمت رفتہ کے دھنک رنگ مناظر کی تصویریں بہتے دریا کی مانند آتی اور جاتی رہیں جسم ظاہری فاصلوں کو طے کررہا تھا اور قلب و ذہن ماضی کی داستانوں میں محو سفر تھا۔ سرد ہواؤں کے جھونکے ایک لمحے کے لئے ذہن میں انتشار کی کیفیت پیدا کردیتے مگر معا بعد پھر وہ وہی تصور اور پھر وہی ماضی کا تسلسل۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد جمعیت آفس ہمارے سامنے تھی ،استقبالیہ حاضر ہوئے ، پوچھا گیا کہاں سے آئے ہو بتایا گیا سیمینار میں مدعو ہیں' ممبئی سے آنا ہوا ہے۔ مشہور ہے'جمعیت کی آفس میں رہنے والے ملازمین اخلاق سے نا آشنا ہوتے ہیں آتے ہی وہ منظر سامنے آیا ،حکم ہوا آپ کو ڈائیریکٹ سیمینار ہال میں جانا چاہیے۔ عرض کیا ابھی آتے ہی اس حالت میں کس طرح شریک ہوجائیں۔ غسل رہائش کپڑوں کی تبدیلی کے لئے کچھ تو انتظام ہو۔ خدا کا شکر ہے'دل میں بات آگئی اور قریب کے ایک روم میں ٹھہرنے کا نظم ہوگیا۔ غسل چائے سے فارغ ہو کر ماؤلنکر ہال حاضر ہوئے وقت کے دانشوروں اور پاکستان سے تشریف لائے ہوئے اسکالروں خاص طور سے ہندوستان کے مایہ ناز اہل قلم ندیم الواجدی کا مقالہ جو مولانا ابو المحاسن سجاد احمد پر مشتمل تھا سنا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری

میرا پیغام محبت ہے، جہاں تک پہونچے

بقلم :- مولانا طہ جون پوری صاحب

یہ شنبہ ۸ ربیع الاول ۱۴۴۰ ہ مطابق 18 نومبر 2018 کی بات ہے۔بندہ نے اپنے چند احباب سے ملاقات کی خاطر رخت سفر باندھ لیا۔''ممبئ'' کے ایک لوکل اسٹیشن
''سینڈہسٹ روڈ'' پر ٹرین کی آمد کا انتظار کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹرین پلیٹ فارم پر آئی اور رات کے 08 بجکر 36 منٹ پر سوار ہوگیا۔ اندر داخل ہوا تو، ایک طرف جگہ مل گئی اور بیٹھ گیا۔چہار جانب برادران وطن سیٹوں پر تشریف فرما تھے۔بالکل سامنے ایک نوجوان ہم وطن اپنے رشتہ داروں سے گفتگو کررہا تھا، جس سے ایسا لگ رہا تھا ، کہ شاید وہ مغربی یوپی کے کسی ضلع سے تعلق رکھتا ہے۔چناں چہ میں نے پوچھ لیا: کیا آپ بجنور کے ہیں؟جواب ملا: نہیں، ہم دہلی کے ہیں. جس پر میں نے کہا: آپ اصلاً دہلی کے نہیں ہیں. اس نوجوان نے کہا: جی ہم '' نوئیڈا،سیکٹر نمبر ۔۔۔'' کے ہیں. اس درمیان مزید باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں اس نوجوان بھارتی نے اپنے بیگ سے ایک عطر نکالا، تاکہ خود کو لطف اندوز کرسکے۔ میں نے بھی اپنے بیگ سے ''شمامۃ العنبر'' نامی ایک عطر نکالا اور اس کے ہاتھ پر لگادیا، وہ بالکل خوش ہوگیا. میرے اس عمل کو تمام برادران وطن دیکھنے لگے. اور پھر میں نے ان سب برادران وطن کو لگایا، سب کی مشام جاں معطر ہوگئی. اس کے بعد میں نے اس نوجوان سے پوچھا : کیا آپ کو یہ پسند ہے؟ اس نے کہا : جی. میں نے اس سے کہا: یہ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش ہے۔ وہ برادر وطن خوشی سے پھولے نہ سمایا۔

اس کے بعد گفتگو اس نوجوان کے بغل میں تشریف فرما، ایک دوسرے برادر وطن ''نندا جو شی'' (،جنھوں نے بعد میں اپنا نام بتایا، عمر تقریباً ۳۰ کے آس پاس) سے ہوئی، اس ہم وطن نے دوران گفتگو کہا: کہ ہم نے بچپن میں کسی کہانی کے اندر پڑھا تھا: کہ نہ ہندو ،نہ مسلم، ہمیں کام کرنا چاہیے. ترقی کے لیے تعاون دینا چاہیے۔ میں نے کہا: بات در اصل انسانیت کی ہے۔ اگر کسی کے اندر انسانیت ہے، تو وہ خدمت کرے گا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کہ وہ اپنے سماج میں ہے، یا دنیا کے کسی اور گوشے میں، وہ لوگوں کے کام آئے گا۔ہم سب کو اس ملک کی ترقی کے لیے ملکر کا م کرنا چاہیے۔ ٹرین سے اترنے کے بعد ، ''نندا جو شی '' نے پیغام کے ذریعہ اپنے تاثرات کا اظہار کیا: کہ آپ سے ملکر خوشی ہوئی۔

لیکن ان سب سے بڑھ کر خوشی مجھے ہوئی، کہ شاید اس عمل سے ان بردران وطن کے دلوں میں محبت کا بیج پڑا ہو. ان کے بہت سارے شکوک و شبہات دور ہوئے ہوں گے.

آج بھی پاسکتے ہیں ہم، ملک میں فوز و فلاح
گر کریں نفرت کو دور ، ہو محبت کا مشن اپنا

آج اس کی سخت ضرورت ہے، کہ پیام انسانیت کے پلیٹ فارم سے اس کام کو کیا جائے۔ اس ملک میں کروڑوں ایسے برادران وطن ہیں کہ اگر ہم ان سے ملکر رہے، تو ان کے دل نرم پڑ جائیں گے.

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بڑے بڑے اجلاس کے بجائے، زمینی پیمانے پر، محبت کی باتیں ہوں. زبانی جمع خرچ کے بجائے، کچھ کر گذریں. . علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اس شعر کو سے بہت کچھ ملتا ہے.

اقبال بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے۔

گفتار کا غازی بن تو گیا، کردار کا غازی بن نہ سکا۔

جو لوگ اس سلسلے میں خدمات انجام دے رہے ہیں ، اللہ ان کو خوب خوب قبول فرمائے۔ اللہ مولانا عبد اللہ حسنی رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جنھوں نے اس خدمت کو للہ خوب تر انجام دیا۔ خدایا اس ملک کی مسموم ہواؤں اور مفتون صداؤں کو محبت کی باد بہاری اور اخوت و بھائی چارے کے زمزمے میں تبدیل فرما. نفرتوں کو ختم فرما اور سب کو سکون کی زندگی نصیب فرما۔اٰمین

ان کا جو فرض ہے، وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

اسلام اور اعتدال پسندی

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ذاکر ندوی اعظمی صاحب

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے (لا تغلوا في دينكم) یعنی دین میں غلو سے اجتناب کیا جانا چاہئے۔ مذکورہ آیت کے مخاطب صرف اہل کتاب ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی یہ آیت اپنے جلو میں عبرت کا پہلو سموئے ہوئے ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی دعوت سے جب مشرکین مکہ پہلو تہی کرتے تو آپ کو سخت رنج ہوتا، تو آپ کی تسلی کے لئے رب کائنات نے یہ آیت نازل کی (فلعلک باخع نفسک علی آثارھم) یعنی اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے؟ مذکورہ آیت اس بات کی پر دال ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنی قوم کی ہدایت کے لئے کس قدر پریشان ہوتے تھے تاکہ ان گم گشتہ راہوں کو شاہ راہ ہدایت کی جانب گامزن کرسکیں۔

مشرکین مکہ کے حالات سے آگاہ حضرات جانتے ہیں کہ وہ کس طرح دنوں میں روزہ رکھتے اور راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے اور اپنے اصنام کی پرستش میں بھرپور اخلاص کا مظاہرہ کرتے، گویا ان کی عام زندگی شہوات سے پاک ہوا کرتی تھی اور اپنے دین پر عمل پیرا رہتے۔ ایسے حالات میں نبی رحمت ﷺ نے اللہ کی جانب سے عطا کردہ نور ہدایت کے ذریعہ اپنے وقت کے معاشرے کو جہالت

اور گمراہیوں کی تنگ نائیوں سے نکال کر اعتدال و وسطیت کی اس شاہراہ پر گامزن کرنے کے لئے کوشاں رہتے جسے قرآن کے الفاظ میں امت وسط کہا گیا ہے (وکذلک جعلناکم اُمۃ وسطا)۔

یہی وہ شاہراہ اعتدال ہے جس کے ذریعہ آپ ﷺ قریش مکہ کو اصنام پرستی اور شہوت نفسانی کے دلدل سے نکال کر اس جادہ اعتدال پر ڈالنے کا کام کیا جو عین فطرت ہے۔

اسلام کے نظریہ وسطیت کا مخاطب صرف ماقبل اسلام کا جاہلی معاشرہ نہ تھا، بلکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس نظریہ کی اہمیت کم نہیں ہوئی، بلکہ "ایاکم والغلو" اور "،ومن رغب عن سنتی" یا "وعلیکم بسنتی" کے ذریعہ اپنی آئندہ امت کو اعتدال پسندی کو اختیار کرنے اور انتہا پسندی کو ترک کرنے کی آپ ﷺ نے تلقین کی۔

آج بھی اعتدال کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی نبی مرسل ﷺ کی زمانے میں تھی۔ مگر افسوس صد افسوس آج اگر کوئی مصلح وسطیت کی دعوت دے تو اسے طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار کیا جاتا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو غلو اور انتہا پسندی سے بچنے کی بارہا تلقین کی ہے جیسا کی "لو لم تکونوا تذنبون لخفت علیکم ما ھو اَکبر من ذلک العُجب العُجب" سے واضح ہوتا ہے۔

خواہ وسطیت کو کتنا بھی نشانہ بنایا جائے، محمد رسول اللہ ﷺ کا اسلوب دعوت ہمارے لئے اسوہ تھا اور اسوہ رہے گا، جو ہر طرح کی انتہا پسندی سے پاک اور غلو سے مبرا ہے۔ آج غلو کا شکار حضرات کہتے ہیں کہ اسلام ثقافتی بھائی چارگی کا ہرگز متحمل نہیں ہوسکتا ، ایسے لوگ دین محمد ﷺ کی غلط تشریح پیش کرتے ہیں۔
ارشاد باری تعالی ہے (ما أنزلنا علیک القرآن لتشقی)، اسی طرح حدیث نبوی ہے "یسروا ولا تعسروا"۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ علمائے کرام عوام الناس کو انتہا پسندی سے اجتناب اور اعتدال پسندی کو اپنانے کی تلقین کریں، یہی سیرت نبوی کا تقاضا ہے۔



امت میں رائج ایک گناہ

بقلم :- مولانا خالد اعظمی قاسمی صاحب

آجکل جھوٹ ایک فیشن بن گیا ہے ہوشیاری اور عقلمندی کی علامت سمجھا جاتا جو جتنا صاف ستھرا جھوٹ بول لے خود کو اتنا ہی عقلمند سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ جھوٹ کی قباحت و شناعت دلوں سے نکل چکی ہے جھوٹ بولنے پر سخت وعیدوں کا خوف بھی نہیں رہ گیا اتنی آسانی سے لوگ جھوٹ بولتے ہیں جیسے یہ کوئی گناہ ہی نہیں.

جب سے موبائل نے دور ہوتے ہوئے بھی باہم گفتگو کو آسان کردیا ہے جھوٹ بولنے کا گراف اور بڑھ گیا آدمی کہیں ہوتا ہے اور بتاتا ہے میں کہیں اور ہوں.
آج ایک لڑکا موبائل پر کسی سے گفتگو کررہا تھا اور بول رہا تھا میں بنارس ہوں تب تک میں بھی پہونچ گیا میں نے کہا کہ اسقدر سفید جھوٹ بول رہے ہو اللہ کی پناہ بسہی بنارس کب سے ہوگیا میں آواز سے یہ کہتا ہوا آگے نکل گیا سامنے والے نے سن لیا ہوگا.
مقصد اسی کو سنانا تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے..

اللہ ہم سب کو دروغ گوئی سے محفوظ فرمائے........

سیاست کی میزان پر امت مسلمہ اور سنگھ پریوار

بقلم :- ڈاکٹر سلیم خان صاحب

اترپردیش کے پارلیمانی انتخاب میں کسی بھی مسلمان کا منتخب نہ ہونا امت کے سیاسی بے وزنی کی سب سے بڑی مثال تھی۔ مودی لہر کے بعد یوگی لہر آئی ایسے میں مسلمانوں کو اسمبلی سے بھی صاف ہوجانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حالیہ ضمنی انتخاب میں مودی اور یوگی نے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا پھر بھی نورپور اسمبلی اور کیرانہ پارلیمانی حلقہ سے مسلم امیدوار کو نہیں ہرا سکے۔ گورکھپور اور پھولپور میں تو خیر ہندو امیدواروں کے ہاتھوں بی جے پی کی شکست سے دوچار ہونا پڑا لیکن نور پور اور کیرانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہار کیا بی جے پی کی سیاسی بے وزنی کی طرف اشارہ نہیں کرتی؟ حالیہ پانچ صوبوں کے نتائج میں تلنگانہ کی مثال لیں جہاں پہلی بار بی جے پی نے تنہا اپنے بل بوتے پر انتخاب لڑا۔ اس سے قبل وہ تلگو دیسم کے ساتھ انتخابی میدان میں آتی تھی تو پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ اس کے اپنے ووٹ کتنے ہیں اور ٹی ڈی پی نے کتنے ہبہ کیے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تلنگانہ اسمبلی میں بی جے پی کے ۵ ارکان موجود تھے۔ اس بار ان میں سے چار ہار گئے اور صرف ایک کامیاب ہوسکا۔

بی جے پی کو افسوس اس بات کا ہے کہ ہے کہ ۷ فیصد ووٹ حاصل کرنے کے باوجود وہ دوسرا امیدوار کامیاب نہیں کرسکی جبکہ اس کے نصف یعنی ۳ء۵ فیصد ووٹ پانے والی تلگو دیسم پارٹی کو دو حلقوں میں کامیابی مل گئی۔

بی جے پی یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر سکتی ہے کہ کل تک نائیڈو این ڈی اے میں تھے کل پھر آجائیں گے لیکن ایم آئی ایم نے تو صرف ۲ء۷ فیصد ووٹ کی مدد سے ۷ امیدواروں کو کامیاب کرلیا۔ ایک اور ۷ میں معمولی فرق نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ایم آئی ایم کے ۷ ارکان تھے اب بھی ۷ ہیں ۔ اس بار ممکن ہے ایک آدھ کم ہوجاتا لیکن شاہ جی اور یوگی جی کی مخالفت نے ایم آئی ایم کی کامیابی کو یقینی بنادیا۔ یوگی جی کی احمقانہ شعلہ بیانی ایم آئی ایم کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکی لیکن اس نے خود اپنا خرمن خاکستر کردیا۔ مسلمانوں کو سیاسی احمق اور براہمنوں کی ذہانت کا قصیدہ پڑھنے والوں کوچاہیے کہ حیدر آباد شہر کی ووٹنگ کا تفصیلی جائزہ لیں۔

شہر حیدر آباد میں جملہ ۱۵ حلقہ جاتِ اسمبلی ہیں۔ ان میں سے ۷ پر مجلس اتحادالمسلین نے اپنا قبضہ برقرار رکھا۔اسی طرح دیگر ۷ نشستیں تلنگانہ راشٹر سمیتی کی جھولی میں چلی گئیں نیز بی جے پی صرف گوشہ محل کے گوشے میں محدود ہوگئی۔ اب ایک نظر مجلس اور بی جے پی کے ووٹ پر بھی ڈالیں۔ اسمبلی میں ایم آئی ایم کے لیڈر اکبر الدین اویسی نے پانچویں بار ۸۰ ہزار سے زیادہ کے فرق سے کامیابی حاصل کی، انہیں کل ۹۵ن ہزار سے زیادہ ووٹ ملے۔ حلقہ بہادر پورہ سے معظم خان نے ۸۲ ہزار کی اکثریت سے کامیابی حاصل کی جبکہ انہیں ۹۶ ہزار ووٹ ملے۔ اتفاق سے ان دونوں کے خلاف بی جے پی نے مسلم امیدوار میدان میں اتارا تھا۔ اپنے امیدواروں کا یہ حشر دیکھ کر بی جے پی مسلمانوں کو ٹکٹ دینے کی غلطی کیسے کرسکتی ہے؟

یہ بھی دلچسپ حقیقت ہے کہ نامپلی کے علاوہ سارے مجلسی امیدوار ۴۰ ہزار سے زیادہ ووٹ کے فرق سے جیتے مگر بیچارہ بی جے پی امیدوار راجہ سنگھ صرف ۱۷ہزار کی اکثریت سے کامیاب ہوا۔ ایک ایسی جماعت جس کی پشت پر سنگھ پریوار سے لے کر اسرائیل تک کھڑا ہے۔ جس کے خزانے میں روپیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جس کے پاس مرکزی حکومت ہے ، چانکیہ ہے اور یوگی اس کے باوجود یہ کسمپرسی کیا سیاسی بے وزنی نہیں ہے؟ کچھ احمقوں کو شکایت ہے کہ بی جے پی مسلمانوں کو ٹکٹ کیوں نہیں دیتی ظاہر ہے جب مسلمان اس کو ووٹ نہیں دیتے تو وہ مسلمان کو ٹکٹ کیوں دے ؟ ایسے میں نہ بی جے پی کو مسلمانوں سے اور نہ مسلمانوں کو بی جے پی سے بیجا توقعات وابستہ کرنا چاہیے۔دونوں کی منزل جدا ہے دونوں اپنی اپنی راہ پر چلتے ہیں۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ اقتدار کی زمام کار پر جب بی جے پی کی پکڑ مضبوط ہوجاتی ہے تو مسلمانوں کی نمائندگی کم ہوجاتی ہے اور جب وہ کمزور ہوتے ہیں تو مسلمان طاقتور ہو جاتے ہیں۔ یہ سی سا جھولا ہے جس کے ایک سرے پر ملت اسلامیہ اور دوسرے پر سنگھ پریوار براجمان ہے۔ اس کے ایک سرے کے اوپر جانے پر دوسرے کا نیچے آنا فطری عمل ہے۔ اس میں نہ خوش ہوناچاہیے اور نہ غمگین ہونا مناسب ہے۔آندھرا پردیش میں توبی جے پی سے نمٹنے کے لیے ٹی آر ایس کاایک مسلمان بھی کافی ہے۔ ایم آئی ایم اور ٹی آر ایس نے خفیہ اشتراک سے بلیوں اور بندر کی کہانی کو الٹ دیا۔ان دونوں نے بجرنگی بندر سے روٹی واپس چھین کر اس کا منہ نوچ لیا۔

تلنگانہ میں توخیر مسلمان پیچھے نہیں ہٹے اور اپنی جگہ جمے رہے لیکن راجستھان اسمبلی میں مسلم ارکان کی تعداد چار گنا بڑھ گئی یعنی پہلے دو ارکان اسمبلی تھے

جو اب بڑھ کر ۸ ہوگئے۔ اس کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ گزشتہ اسمبلی میں دونوں مسلمان ارکان اسمبلی کا تعلق بی جے پی سے تھا اس بار اس کا ایک بھی مسلمان رکن اسمبلی نہیں ہے۔ پچھلے ۲۵ سالوں میں پہلی بار بی جے پی کے ٹکٹ پر کوئی مسلمان کامیاب نہیں ہوا۔ یہ نتائج حزب توقع ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں بی جے پی نے ۴ مسلمان امیدواروں کو میدان میں اتارا تھا ان میں سے دو کامیاب ہوگئے تھے۔ اس بار پہلے تو حبیب الرحمٰن کا ٹکٹ کاٹ دیا گیا۔ اس پر برہم ہوکر وہ دوبارہ اپنی پرانی کانگریس میں لوٹ گئے۔ کانگریس نے انہیں ٹکٹ بھی دے دیا لیکن حبیب الرحمٰن بی جے پی کے امیدوار سے ہار گئے۔ بی جے پی سے قبل دوبار وہ کانگریس اور بی جے پی کے ٹکٹ پر جیتنے والے حبیب الرحمٰن کی شکست اس بات کا ثبوت ہے کہ عوام نے ان کی موقع پرستی اور ابن الوقتی کو پسند نہیں کیا۔

وسوندھرا راجے کے قریبی سمجھے جانے والے صوبائی وزیر یونس خان کو آخر تک لٹکائے رکھا گیا۔ کانگریس میں وزیراعلیٰ کے امیدوار سچن پائلٹ نے جب ٹونک سے اپنے کاغذاتِ نامزدگی داخل کیے تو ان کے سامنے یونس خان کو میدان میں اتارا گیا کہ ’ چڑھ جا بیٹا سولی پر رام بھلی کرے گا‘۔ سچن خود بھی انتخاب لڑنا نہیں چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ گہلوت بھی نہ لڑیں تاکہ راہل کو تقرر کا موقع ملے لیکن اشوک گہلوت نے پریس کانفرنس میں اچانک اعلان کردیا کہ پائلٹ ، جوشی اور وہ تینوں انتخاب لڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد پائلٹ نے محفوظ حلقہ کی تلاش شروع کردی اور ٹونک کو منتخب کیا۔ یہاں سے اکثر کانگریس مسلمان کو ٹکٹ دیتی تھی لیکن اس بار چونکہ پائلٹ آگئے تو بی جے پی نے کانگریسی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے یونس خان کو میدان میں اتارا تاکہ مسلمان ووٹ

تقسیم ہوں لیکن مسلمانوں نے اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے اس سازش کوناکام کر دیا۔ یونس کو ۳۲ فیصد تو پائلٹ کو ۶۴ فیصد ووٹ ملے۔ بی جے پی والوں کو پھر سے سمجھ میں آگیا کہ اس قوم کو بے وقوف بنانا اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس بار ۷ کانگریسی مسلمانوں کے علاوہ ایک بی ایس پی کا مسلمان بھی جیتا لیکن بی جے پی کا وزیر ہار گیا۔

راجستھان میں تین مسلمان کانگریسی امیدوار بہت کم فرق سے شکست کھا گئے ورنہ اس بار وہاں ۱۱ مسلم ارکان اسمبلی ہوتے۔ تجارا سے عماد الدین نے ۵۵ہزار ووٹ حاصل کئے اور بی ایس پی کے سندیپ کمار کو ۵۹ووٹ ملے۔ ان کی ہار جیت کا فرق محض ۴ہزار ۴ سو تھا جبکہ سماجوادی پارٹی کے فضل حسین نے ۲۲ ہزارووٹ حاصل کر لئے۔ چورو میں کانگریس کےرفیق نے ۸۵ ہزارووٹ حاصل کئے جو بی جے پی کے امیدوار راجندر راٹھوڑ سے صرف ۱۸سوکم تھے جبکہ تین مسلم امیدواروں نے جملہ ۳ ہزار ۶ سو ووٹ لے لیے۔مکرانہ میں ذاکر حسین کو بھی ۸۵ ووٹ حاصل کرنے کے باوجود ۱۴۸۸ ووٹ سے ہار گئے جبکہ دیگر تین مسلمان امیدواروں نے جملہ ۲۴۹۳ ووٹ حاصل کرکے اپنے ہی آدمی کو ہرا دیا۔ اگر یہ تین بھی جیت جاتے تو مجموعی طور پر مسلم ارکان اسمبلی کی تعداد اس بار دوگنا ہو جاتی۔

مدھیہ پردیش سے ۲۰۱۳ء میں صرف ایک مسلم امیدوار کامیاب ہوا تھا۔ اس بار اس میں صد فیصد اضافہ ہوا یعنی تعداد دو ہوگئی۔ پچھلی مرتبہ کانگریس نے پانچ لوگوں کو ٹکٹ دیا اس میں سے ایک جیتا تھااس بار تین کو ٹکٹ ملا لیکن ان میں سے دو کامیاب ہوگئے۔ بھوپال سے عارف عقیل ۱۹۹۸ء سے لگاتار کامیابی حاصل

کررہے ہیں۔ اس مرتبہ انہوں نے ایک سابق کانگریسی رہنما رسول صدیقی کی بیٹی فاطمہ رسول کو ۳۵ ہزار سے زیادہ ووٹ کے فرق سے شکست فاش دی۔ بھوپال کے مرکزی حلقۂ انتخاب سے عارف مسعود بھی جیت گئے۔ گزشتہ مرتبہ وہ صرف ۲ ہزار کے فرق سے ہارے تھے لیکن اب کی بار انہوں نے ۱۵ ہزار ووٹ سے کامیابی حاصل کی۔ اس حلقہ انتخاب میں کمیونسٹ پارٹی اور عآپ نے بھی مسلمان امیدواروں کو ٹکٹ دیا تھا لیکن وہ بیچارے ۵۰۰ ووٹ بھی نہیں جٹا پائے۔ سرونج سے مسرت شہید ہار گئے اور برہانپور کے حمید قاضی نے ذاتی وجوہات کی بناء پر ازخود ٹکٹ لوٹا دیا۔ چھتیس گڑھ میں چونکہ مسلمان خاطر خواہ تعداد میں نہیں ہیں اس لیے بی جے پی نے ان کی جانب دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ پچھلی مرتبہ کانگریس کے ٹکٹ پر بھی کوئی مسلمان کامیاب نہیں ہوسکا حالانکہ اس کے ۳۹ ارکان اسمبلی میں تھے۔ اس بار کانگریس نے دو لوگوں کو ٹکٹ دیا اور ان میں سے ایک اکبر بھائی نے کوردھا حلقۂ انتخاب سے ۵۹ ہزار کے فرق سے کامیابی حاصل کی۔

انتخابات میں کانگریس اور بی جے پی کی بات ہر کوئی کر رہا ہے لیکن ان کے علاوہ علاقائی جماعتوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ جماعتیں اپنے علاقہ میں تو بڑی کامیابی حاصل کرتی ہیں لیکن جیسے ہی باہر نکلتی ہیں ان کی ہوا نکل جاتی ہے۔ آج کل رائے دہندگان کے لیے سارے امیدواروں کو نااہلقرار دینے کا بھی موقع ہے۔ اس بار یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ ان علاقائی جماعتوں کو نااہل قرار دیئے جانے والوں سے بھی کم ووٹ ملے مثلاً چھتیس گڈھ میں نوٹا کا تناسب سب سے زیادہ یعنی ۲ء۱فیصد تھا جبکہ عآپ کو ۹ء۰فیصد، ایس پی اور این سی پی کو

۲ء۰ اور سی پی آئی کو ۳ء۰ فیصد ووٹ ملے۔یعنی ان تینوں کے ووٹ ملا لیے جائیں تب بھی وہ نااہلوں سے کم بنتے ہیں۔ اسی طرح مدھیہ پردیش میں ایس پی کو ایک اور عآپ کو ۷ء۰ فیصدووٹ ملے جبکہ نوٹا کے کھاتے میں ۵ء۱ فیصد ووٹ چلے گئے۔ راجستھان میں سی پی ایم جیسی قدیم جماعت کو نوٹا کے برابر ۳ء۱ فیصد ملے اور پڑوس کے صوبے کی بہت بڑی جماعت ایس پی کو صرف ۲ء۰ فیصد پر اکتفاء کرنا پڑا۔ اس سے علاقائی جماعتوں کی محدودیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تلنگانہ میں ایم آئی ایم نے حیدرآباد کے اندر ۷ سیٹوں پر کامیابی حاصل کی لیکن بودھن سے جیتنے والے امیدوار کا تعلق ٹی آرایس سے ہے۔

پانچ ریاستوں کے حالیہ انتخابی نتائج نے مسلمانوں کو دوہری خوشی سے نوازہ۔ پہلی خوشی تین صوبوں میں بی جے پی کی شکست کے سبب ہے اور دوسری مسلم ارکان اسمبلی میں اضافہ کے باعث جو ۱۱ سے بڑھ کر ۱۹ ہوگئی یعنی ۷۲ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ معمولی فرق نہیں ہے اور مودی راج میں اس کا ظہور پذیر ہونا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ شاہ جی اقلیتوں کا کوئی حق تسلیم ہی نہیں کرتے اور یوگی جی مسلمانوں کی دلآزاری کو سب سے بڑا پونیہ سمجھتے ہیں۔ جس جماعت کی اساس ہی اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے نفرت و عناد پر ہو اسے مسلمانوں کی کامیابی سے تکلیف تو ہوگی۔ جمہوری نظام میں سیاست کو عوام کی فلاح وبہبود سے بے نیاز کرکے انتخاب کے ہم معنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لیے سیاسی وزن انتخابی میزان پر تولا جاتا ہے یعنی جب مسلم ارکان پارلیمان کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو ہم لوگ اس خوش فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں کہ امت وزندار ہوگئی ہے اور جب یہ تعداد گھٹ جاتی ہے تو ہر کوئی بے وزنی کا رونا رونے لگتا

ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے تو یہ بات درست ہے لیکن حقیقت حال سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

جمہوری نظام میں ہر پانچ سال کے اندر ایک بارووٹ ڈال دینے کے بعد سارے عوام بشمول ہندو مسلمان بے وزن ہو جاتے ہیں۔استبدادی طاقتیں مختلف جمہوری قباؤں کو اوڑھ کر نمودار ہوتے ہیں اور عوام ان میں سے کسی ایک کو مسترد کرکے دوسرے کے ہاتھ میں اقتدار سونپ دیتے ہیں۔ یہ نظام جبر و استحصال اپنی آغوش میں آنے والی ہر جماعت اور رہنما کو ظلم و استحصال کے نت نئے حربوں سے لیس کردیتا ہے۔ اس لیے اقتدار تو بدلتا ہے مگر عوام کی حالت زار میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے بستر ضلع میں سرکاری دہشت گردی کے خلاف لڑنے والے سماجی کارکن ہمانشو کمار تفصیل کے ساتھ قبائلی لوگوں اور مسلمانوں کے خلاف کانگریسی مظالم یاددلانے کے بعد سوال کرتے ہیں کیا چھتیس گڑھ میں کیاحکومت بدلنے سے کچھ بدلنے کی امید کی جاسکتی ہے؟

بقول منصور آفاق۔

یہ گفتگو سے سویرے طلوع کرتی ہیں
وطن پہ رات کی زیرک بلائیں حاکم ہیں
وہ ساری روشنیوں کی سہانی آوازیں
تھا اقتدار کا ناٹک بلائیں حاکم ہیں